ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۱ جون ۱۹۶۵ء
۱۰ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

مرسلہ: ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱) اِنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِیَامُہٗ بِالَّیْلِ وَعِزُّہٗ اِسْتِغْنَاءُہٗ عَنِ النَّاسِ

بے شک مومن کی بزرگی اس بات میں ہے کہ وہ رات کو قیام کرے اور عزت اس میں ہے کہ لوگوں سے بے پرواہی اختیار کرے۔

۲) اَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا۔

تو اپنے ہمسایہ سے بوجہ نیک سلوک کرنے کے مومن ہو جائے گا اور مسلمان تب بنے گا جب کہ لوگوں کے لئے بھی وہ چیز تو پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

۳) اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی الضَّعِیْفَیْنِ الْمَمْلُوْکِ وَالْمَرْاَۃِ

غلام اور عورت دو کمزور شخصیتوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

۴) اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ حِفْظُ اللِّسَانِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل زبان کو قابو میں رکھنا اور خاص اللہ ہی کے لئے محبت اور بغض رکھنا

۵) اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔

سب سے افضل عمل نماز کا وقت پر ادا کرنا ہے اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔

۶) اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ اَنْ یَّتَعَلَّمَ الْمَرْءُ عِلْمًا ثُمَّ یُعَلِّمَہٗ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ

سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک آدمی خود علم سیکھے پھر مسلمان بھائی کو سکھلائے۔

۷) اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ اَحْسَنُہُمْ خُلُقًا۔

اللہ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب ترین وہ ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔

۸) اَکْبَرُ الْکَبَائِرِ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَشَہَادَۃُ الزُّوْرِ

کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ جان کا قتل کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

۹) اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنَ عَرَبِیٌّ وَکَلَامَ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ

اہل عرب سے تین سبب سے محبت کرو۔ ایک تو یہ کہ میں عربی ہوں۔ قرآن عربی میں ہے اور جنت میں جنتیوں کی کلام عربی ہوگی۔

۱۰) اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَذْکُرَ عُیُوْبَ غَیْرِکَ فَاذْکُرْ عُیُوْبَ نَفْسِکَ

اے انسان! جب تو کسی کے عیبوں کا تذکرہ کرنا چاہے تو اس وقت اپنے عیبوں کو یاد کر۔

۱۱) اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ ثَلَاثَ خِصَالٍ حُبَّ نَبِیِّکُمْ وَحُبَّ اَہْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ

اپنی اولاد کو تین خصلتیں پیدا کرنے کی تلقین کرو۔ اپنے نبیؐ اور اہل بیت کی محبت اور قرآن پڑھنے کی محبت

۱۲) اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے بہتری کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے۔

۱۳) اَنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ

بے شک غصہ شیطانی صفت ہے۔

۱۴) اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا

جب میرے صحابی کا ذکر کیا جائے تو رک جایا کرو۔

۱۵) اَکْثَرُ خَطَایَا ابْنِ اٰدَمَ فِیْ لِسَانِہٖ

ابن آدم کی بہت سی خطائیں اس کی زبان کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

۱۶) اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو۔

۱۷) اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ۔

قرآن پڑھا کر کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے ساتھی کی سفارش کریگا۔

۱۸) اِرْحَمْ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکَ مَنْ فِی السَّمَآءِ

تو زمین والوں پر مہربانی کر آسمان والا (خدا) تم پر رحم کرے گا۔

۱۹) اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْہِ فِی الْمَالِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ ہُوَ اَسْفَلَ مِنْہُ

جب تم میں سے کوئی مال میں اپنے سے بڑے کو دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے سے چھوٹے کی طرف نظر دوڑائے۔

۲۰) اَرْبَعٌ فِیْہِنَّ خَیْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ لِسَانٌ ذَاکِرٌ قَلْبٌ شَاکِرٌ۔ بَدَنٌ صَابِرٌ زَوْجَۃٌ صَالِحَۃٌ

دنیا اور آخرت کی بہتری کے لئے چار چیزیں درکار ہیں۔ ذکر کرنے والی زبان۔ صبر کرنے والا بدن۔ نیک بیوی

۲۱) اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَہْلِہَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَہْلِہَا النِّسَآءَ

رسول کریمؐ نے فرمایا میں نے جنت کو جھانکا تو ان میں اکثر فقراء تھے اور جب میں نے دوزخ کو جھانکا تو اس میں اکثر عورتوں کو دیکھا۔

۲۲) اَحَبُّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ اِمَامٌ عَادِلٌ وَاَبْغَضُ النَّاسِ اِمَامٌ جَائِرٌ

اللہ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب امام عادل ہوتا ہے اور سب سے زیادہ مبغوض امام ظالم ہوتا ہے۔

۲۳) اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَہُمْ۔

لوگوں کو ان کے درجوں پر رکھو۔

۲۴ اَہْلُ الْجَوْرِ وَاَعْوَانُہُمْ فِی النَّارِ۔

ظالم اور ان کے مددگار دوزخی ہیں۔

(باقی آئندہ)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۱۰ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ - ۱۱ جون ۱۹۶۵ء | شمارہ ۴

ایفائے عہد کیجئے

پاکستان مسلم لیگ اس بات کی دعویدار ہے کہ وہ ملک کی واحد نمائندہ جماعت ہے اُس کے پاس قومی تعمیر و ترقی کے لئے ٹھوس اور واضح پروگرام موجود ہے اور وہ ملک کو سیاسی اور اقتصادی استحکام سے ہمکنار کرنے کے لیئے شب و روز کوشش کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ اُس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ملک میں کتاب و سنت کے مطابق قوانین کے نفاذ میں یقین رکھتی ہے۔ ہمیں یہ بات مان لینے میں کوئی تأمل نہیں کہ پاکستان مسلم لیگ فی الواقعہ ملک کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ کیونکہ موجودہ انتخابات نے اس دعویٰ کی تصدیق کر دی ہے اور اس نے قومی و صوبائی اسمبلیوں میں واضح اکثریت حاصل کر کے ہر کہ و مہ سے اپنی اس برتری کا اعتراف کرا لیا ہے۔ اس وقت قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پارٹی پوزیشن یہ ہے۔ کہ مسلم لیگ کے مقابلہ میں باقی تمام پارٹیوں کے نمائندے آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ حکومت بھی مسلم لیگ پارٹی کی ہے اور اسمبلیوں میں معدودے چند افراد کے علاوہ تمام منتخب شدہ ارکان بھی مسلم لیگ ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح ملک میں مسلم لیگ کو پوری بالا دستی حاصل ہے اور اس کی یہ خواہش عوام نے پوری کر دی ہے کہ اگر قومی ترقی اور استحکام کے عظیم الشان کام کو جاری رکھنا اور صدر ایوب کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتے ہو تو مسلم لیگی نمائندوں کو کامیاب بناؤ۔ اب جبکہ مسلم لیگ کی یہ مراد پوری ہو چکی ہے اور اسمبلی کے سیشن بھی شروع ہو رہے ہیں تو عوام بجا طور پر یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ مسلم لیگی حکومت سے ایفائے عہد کا مطالبہ کریں۔ موجودہ انتخابات کے بعد اسمبلی کا یہ پہلا اجلاس منعقد ہو رہا ہے اور نئے منتخب شدہ ارکان نے اسی اجلاس سے اپنی کارکردگی کا آغاز کرنا ہے۔ اس لئے ہم اُن سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض سے پوری طرح عہدہ برآ ہونگے اور ملک و قوم نے اُن سے جو توقعات وابستہ کر رکھی ہیں ان پر پورا اتریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صدر ایوب کی قیادت میں ملک نے کافی ترقی کی ہے۔ اور ایشیا بھر میں جاپان کے بعد پاکستان میں داخلی ترقی کی رفتار سب سے تیز رہی ہے۔ بین الاقوامی میدان میں بھی پاکستان پیچھے نہیں رہا بلکہ اس نے حیرت انگیز اور شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ دنیا کی نگاہوں میں اس کا وقار بلند ہوا ہے۔ اس کی عزت و عظمت میں اضافہ ہوا ہے۔ اور وہی ملک جو چند سال پہلے اپنے آپ کو بے یار و مددگار اور کس مپرسی کی حالت میں پاتا تھا آج بہت سے عظیم اور ابھرتے ہوئے ملکوں کی قابل اعتماد دوستی سے بہرہ ور ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا مطمح نظر ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ ملک میں معاشی بدحالی موجود ہے۔ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ معاشرتی برائیاں بجائے گھٹنے کے بڑھ رہی ہیں۔ رشوت ستانی، بلیک مارکیٹنگ کنبہ پروری وغیرہ عام ہیں۔ کتاب و سنت کے مطابق قوانین کے نفاذ کا مسئلہ ہنوز کھٹائی میں پڑا ہے۔ عائلی قوانین کی تنسیخ کا مسئلہ باقی ہے۔ اور کشمیر کا معاملہ اگرچہ آگے بڑھا ہے لیکن بہرحال معلق ہے۔ اور کسی فیصلہ کن مرحلہ میں نہیں پہنچا۔ اس اعتبار سے محض انتخابات جیت لینے سے مسلم لیگ نے میدان سر نہیں کر لیا بلکہ اس کے کام کا ابھی آغاز ہوا ہے۔ الیکشن کے دوران کیئے گئے وعدوں کے نبھانے کا وقت آیا ہے۔ اور وہ امتحان میں پڑ گئی ہے۔ اب عوام کو دیکھنا ہے کہ صدارتی انتخاب کے دنوں میں جو منشور قوم کے سامنے پیش کیا گیا تھا آیا اُسے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے یا نہیں؟ اور صدر مملکت نے دورانِ انتخابات قوم سے جو وعدے وقتاً فوقتاً کئے تھے اُن کا ایفاء ہوتا ہے یا نہیں؟ گویا اسمبلی کے موجودہ اجلاس مسلم لیگ کے دعاوی کے لئے کسوٹی کا کام دیں گے۔ اور ہوا کا رُخ متعیّن کرنے میں مدد دیں گے۔ اس وقت جب کہ ملک ہنگامی حالات سے دوچار ہے حکومت کے لئے اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کرے اور قوم سے کئے گئے مواعید کو پورا کر کے اُن کے اعتماد میں مزید اضافہ کرے۔ ہم اس موقع پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے تمام ارکان سے درخواست کریں گے کہ وہ حکومت کا پورا پورا ہاتھ بٹائیں۔ تازہ صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پوری طرح اپنی خدمات حکومت کے سپرد کر دیں۔ حکومت کو مفید مشورے دیں۔ عوام سے کئے گئے وعدوں کو پورا کریں۔ خلافِ شریعت قوانین کو منسوخ کرا کے دم لیں اور کتاب و سنت کی روشنی میں قوانین وضع کرانے کے لئے پوری پوری جد و جہد کریں تاکہ اللہ تعالےٰ بھی اُن پر راضی ہو اور مخلوق خدا میں بھی اُن کی قدر و منزلت بڑھے۔

وما علینا الا البلاغ

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

قاہرہ کی پرواز میں پی، آئی- اے کے طیارہ کو جو حادثہ پیش آیا وہ ایک بہت بڑا سانحہ اور قومی المیہ ہے۔ جو لوگ اس حادثہ میں کام آئے وہ اپنے اپنے دوائر میں بہت ہی ممتاز حیثیتوں کے حامل اور ملک و قوم کی متاعِ عزیز تھے۔ اور اسی لئے ملک کے ہر فرد نے اُن کی ناگہانی موت کا صدمہ بڑی شدّت کے ساتھ محسوس کیا۔ صدر مملکت سے لے کر ملک کے ایک ادنیٰ خادم تک نے اس غم کو اپنا غم سمجھا اور مرحومین کے ورثاء سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ اخبارات نے تعزیت

(باقی صـــ پر)

مجلس ذکر: ۲ صفر ۱۳۸۵ھ بمطابق ۳ جون ۱۹۶۵ء

بے ہودہ اور لغو گفتگو سے بچئے اور

از حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

بزرگانِ محترم!

آج کسی انتہائی ناگزیر وجہ کی بناء پر حاضری میں دیر ہوئی اور مجلس ذکر دیر سے شروع ہو سکی۔ اب اذان ہو چکی ہے اور ظاہر ہے کہ اس مختصر سے وقت میں تقریر کا کوئی وقت نہیں۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ یہ معمول تھا کہ وہ حلقۂ ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ ارشاد ضرور فرما دیا کرتے تھے۔ یہ ناچیز بھی ان کی اتباع میں اپنی معروضات پیش کر دیا کرتا ہے چنانچہ اس پانچ دس منٹ کے مختصر سے وقفہ میں محض حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم کی پیروی کے خیال سے دوچار باتیں کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

محترم حضرات!

میں آج کی گذارشات میں صرف اسی قدر بیان پر اکتفا کروں گا کہ انسان کو لغو اور بیہودہ گفتگو سے بچنا چاہیے اور کم گوئی کو شعار بنانا چاہیے۔ کیونکہ لغو اور زیادہ گوئی سے ایک طرف تو حقوق العباد پر زد پڑتی ہے اور اس سے بے عملی اور کسل مندی کا مرض چھوٹتا ہے اور دوسری طرف اس سے دل مردہ ہوتا ہے اور کئی روحانی و اخلاقی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے زیادہ گفتگو سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرعہ تو زبان زد خلائق ہے ؎

دل زپُر گفتن بمیرد در بدن

اور وہ فرماتے ہیں کہ اگر باتیں دُرِ عدن یعنی عدن کے موتیوں سے بھی قیمتی ہوں۔ پھر بھی زیادہ باتیں کرنے سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ اس عادت سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور اگر دل مردہ ہو جائے تو انسان کا رہتا ہی کیا ہے۔ دل ہی پر تو حیات جسمانی و روحانی کا دارومدار ہے۔ اگر دل درست ہے تو کارخانۂ حیات چلتا رہے گا، نفس کی سرکوبی ہوتی رہے گی۔ روحانی مدارج طے ہوتے رہیں گے اور بالآخر اصلاحِ حال ہو جائے گی لیکن اگر دل ہی مر گیا تو نہ حیات جسمانی باقی رہے گی اور نہ روح میں بالیدگی پیدا ہوگی۔ ظاہر ہے جو جس قدر زیادہ باتیں کرے گا، ذکر الٰہی سے اسی قدر غافل رہے گا۔ اس کے ملکۂ یادداشت میں کمی واقع ہوگی اور اللہ سے تعلق اتنی دیر کے لیے کٹا رہے گا۔ نتیجتاً نفس سر اٹھائے گا، غیبت، عیب جوئی، نکتہ چینی، شیخیاں بگھارنے اور بیہودہ گفتگو کی عادت پڑے گی اور اس بُری عادت کی کوکھ سے کئی معاشرتی اور روحانی بیماریاں جنم لیں گی جس کی وجہ سے حقوق العباد پر بھی زد پڑے گی اور اللہ سے تعلق میں بھی کمی واقع ہوگی۔ پھر اگر زیادہ باتیں کرنے والا کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ جتنی دیر تک باتوں میں مصروف رہے گا۔ مریضوں کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر کوئی سرکاری افسر یا قومی کارکن ہے تو اُس کی باتوں میں مشغول رہنے سے ملکی و قومی نقصان لازم آئے گا۔ غرض زیادہ گفتگو کسی طرح بھی سود مند نہیں ہو سکتی۔ بہرحال یہ ہی نقصان دہ ہے۔ نیز اگر آپ اللہ والوں کے طرزِ عمل پر غور کریں تو اس میں چار چیزوں کی تلقین لازماً نظر آئے گی۔ کم گوئی، کم سونا، کم کھانا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ یہ چاروں چیزیں روح کی بالیدگی اور مدارج روحانی کی ترقی میں مدد دیتی ہیں۔ زیادہ باتیں کرنے، زیادہ سونے زیادہ کھانے اور لوگوں سے زیادہ ملنے جلنے میں کئی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان سے روحانیت کی موت واقع ہوتی ہے۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے اس لیے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی فرصت نہیں۔ محض اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ سے صرف اسی قدر گذارش کرتا ہوں کہ جو وقت آپ باتیں کرنے میں صرف کرتے ہیں، فضول اور لچر گفتگو میں گزارتے ہیں، غیبت گوئی اور عیب جینی میں خرچ کرتے ہیں۔ وہی وقت اللہ کی یاد میں گزاریں۔ ہر گھڑی اپنی زبانوں کو ذکر اللہ سے تر رکھیں۔ دلوں کو اللہ جل شانہٗ کی یاد سے آباد رکھیں اور مخلوقِ خدا کی بھلائی کو پیش نظر رکھیں کہ اسی سے دنیا و آخرت کی بہتری وابستہ ہے۔ اس طرح یہ دنیا بھی راحت کا گہوارہ بن جائے گی اور آخرت بھی انشاء اللہ سنور جائے گی۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کی یاد میں ادارہ خدام الدین نے نہایت ہی شاندار نمبر شائع کیا ہے اور جو واقعی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ کس طرح انہوں نے سب چیزوں سے قطع تعلق کر کے دین پر محنت کے کام کو اپنا لیا اور تبلیغی مشن سے لگن نے کس طرح اُن کی عظمت کو چار چاند لگائے۔ دنیا سے کامیاب گئے اور انشاء اللہ آخرت میں بھی انعامات الٰہیہ سے یقیناً سرفراز ہوں گے اور جب تک ان کا مشن جاری رہے گا انشاء اللہ ان کے مدارج عند اللہ بلند سے بلند تر ہی ہوتے رہیں گے۔ ان کو دین کی ایک لگن لگی ہوئی تھی جس کے مقابلہ میں نہ کھانے پینے کا ہوش تھا اور نہ سونے کا۔ بات بھی جب کبھی کرتے بس دین ہی کی کرتے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے خصوصی انعامات سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی یاد کی توفیق نصیب فرمائے۔ ہم سب کے دلوں میں دین کی لگن لگ جائے اور سب کا خاتمہ بالخیر ہو۔ آمین، یا الٰہ العالمین۔

ایک دیا اور بجھا

جانشین امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر لاہوری نور اللہ مرقدہٗ مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم امیر انجمن خدام الدین لاہور کے شفیق استاذ و شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۂ مجاز و خادم خاص حضرت قاری اصغر علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند۔ ۲۳، ۲۴ مئی کی درمیانی شب کو ۲ بجکر ۲۶ منٹ پر وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت قاری صاحب سہارنپور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ لیکن مرحوم کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں سے جدا ہو کر وطن جانے کا بہت کم موقع میسر آتا تھا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیات طیبہ میں تمام گھر کا انتظام، مہمانوں کی خدمت، بچوں کی تعلیم

(باقی ص۱۸ پر)

خطبہ جمعہ: ۴ر جون ۱۹۶۵ء ۳ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

کامیاب و بامراد

فقط وہی ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو سنوارا

از حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ ، اما بعد : فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ○

ترجمہ :- بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اُس (اپنے نفس کو سنوارا۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوتِ شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کا تابعدار بنائے تاکہ روح اور قلب دونوں تجلیِّ الٰہی کی روشنی سے منوّر ہو جائیں۔

بزرگانِ محترم!

اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اس کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے انسان کو کچھ محدود سا اختیار دے رکھا ہے۔ مگر چاہتے یہ ہیں کہ وہ اختیار جو انہوں نے بندہ کو دے رکھا ہے وہ بھی برضاء و رغبت پھر میرے سپرد کر دے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہونے کے باعث یقیناً غیر مآل اندیش ہے اس لئے اگر یہ اختیار کو اپنے ہی پاس رکھے گا تو لازماً اس کو غلط طریقہ سے استعمال کرے گا۔ جس کا نتیجہ اس کے حق میں بربادی ہوگا۔ چنانچہ اسی لئے حق تعالےٰ شانہٗ چاہتے ہیں۔ کہ جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ خوشی سے یہ اختیار میرے سپرد کر دے اور تباہی و بربادی کے گڑھے میں گرنے سے بچ جائے

ایک مثال

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ایک مثال دیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے ایک شخص کا ایک بچّہ ہے جو تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ وہ جب تیسری جماعت کا امتحان پاس کر لیتا ہے تو باپ بڑا خوش ہوتا ہے اور اس کو پانچ روپے انعام دیتا ہے۔ بچہ اگر یہ روپے اپنے پاس رکھے گا تو ایک ہی دن میں ضائع کر دے گا۔ اس لئے باپ اس سے کہتا ہے کہ یہ روپے میرے پاس یا اپنی والدہ کے پاس جمع کرا دو اور روزانہ اس میں سے دو چار پیسے خرچ کے لئے لے لیا کرنا۔ اگر بچہ ایسا کریگا تو یہ روپے کئی ماہ تک چلیں گے۔ اس صورت میں وہ ماں یا باپ سے پوچھ کر خرچ کرے گا۔ مثلاً گرمی کا موسم ہے اور بچہ ماں سے پوچھتا ہے کہ کیا لوں؟ ماں کہے گی کہ ایک آنہ کی دہی لا کر لسّی کر لو۔ اگر بچہ والدین کا کہا نہیں مانے گا تو بازار میں پانچ روپے کا نوٹ لے کر جائے گا۔ آگے کوئی ٹھگ مل گیا تو وہ پانچ روپے لے کر ریوڑیوں سے اس کی جیب بھر دے گا۔ یہ جیب بھری ہوئی دیکھ کر خوش ہوگا مگر نقصان کو محسوس نہ کرے گا۔ بعینہٖ اسی طرح انسان کے پیچھے نفس اور شیطان ٹھگ لگے ہوئے ہیں۔ اگر یہ اللہ کے دئے ہوئے اختیار کو اُسی کے سپرد کر دے گا تو اس کی منشاء کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔ اس صورت میں اس کا ہر کام عبادت تصوّر ہوگا۔ اگر اپنی مرضی سے اختیار کو استعمال کرے گا تو پھر یہ نفس کا بندہ کہلائے گا اور اس آیت کا مصداق ٹھہریگا

اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ ۔

ترجمہ :- کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا۔ جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو خدا بنا رکھا ہے۔

یہ آیت کریمہ واضح طور پر بتا رہی ہے کہ وہ شخص جو خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے چلے گا اور نفس کی بندگی اختیار کرے گا خدا کا بندہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا۔

ملکیت اور بہیمیت

انسان دو طاقتوں ملکیتؔ اور بہیمیتؔ سے مرکب ہے اور دونوں کی خواہشات مختلف ہیں۔ بہیمیت سے قوتِ شہویہ اور غضبیہ کا صدور ہوتا ہے اور ملکیتہ سے تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور خواہشات عقل کے تابع ہو جاتی ہیں لیکن عقل انسانی بھی محدود ہے اور اس کے لئے عجز کی ایک حد آ جاتی ہے جس سے آگے یہ نہیں سوچ سکتی — چنانچہ اسے بھی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی آنکھ کی بینائی کی مثال سامنے رکھیں تو بات صاف طور پر سمجھ میں آ جائے گی آپ کی آنکھ کی بینائی اگرچہ بالکل ٹھیک ہو لیکن یہ رات کے وقت دُور تک نہیں دیکھ سکتی۔ دن کے وقت آپ اس سے دُور تک دیکھ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ خارجی روشنی کی محتاج ہے۔ سورج کی روشنی اسے دور تک دیکھنے میں مدد دیتی ہے۔ رات کے وقت چاند کی روشنی، بجلی اور گیس کی روشنی اسے چیزوں کے دیکھنے میں امداد دیتی ہے لیکن ان کی روشنی یقیناً سورج کی روشنی سے کم ہے اس لئے انسان رات کو دن کے برابر نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ اس مثال سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آنکھ کی بینائی محتاج ہے خارجی روشنی کی۔ خارجی روشنی نہ ہو تو آنکھ کی بینائی پورا کام نہیں دے سکتی۔ اسی طرح عقل محتاج ہے الہام کی روشنی کی — وحیِ الٰہی کی رہنمائی کی اور شریعت کی — عقل اسی وقت پورا کام دے سکتی ہے جب وحیِ الٰہی کی روشنی میں غور و فکر کرے۔ اس کے بعد یہ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہیگی اور کبھی بھی مقصود کو نہ پا سکے گی۔ مولانا عثمانی مرحوم نے اپنے حاشیہ میں اسی لئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ قوتِ شہویہ اور غضبیہ کو عقل کے تابع اور عقل کو شریعت کے تابع ہونا چاہئے — شریعت قوتِ شہویہ اور غضبیہ کو اعتدال پر رکھتی

ہے ، بہیمیت کو دباتی ہے اور انسان میں قوّت ملکیتہ کو غالب کرکے اسے تقوٰے شعاری اور پرہیزگاری کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔

پس

انسان دو قسم کے ہوئے ۔ایک وہ جو اللہ تعالےٰ کے دئے ہوئے اختیارات اُسی کو سونپ دیتے ہیں ۔اور دوسرے وہ جو اختیارات اپنے پاس رکھتے اور اُن کا غلط استعمال کرتے ہیں —— پہلی قسم کے لوگوں کو اللہ تعالےٰ دن اور رات برائیوں سے بچنے کی توفیق دیتے ہیں ۔بہیمیت اُن میں ماند پڑ جاتی ہے۔ اور ان کی زندگی پاکیزہ ترین ہو جاتی ہے ۔ دوسری قسم کے لوگ اپنی مرضی سے قدم اٹھاتے ہیں ۔اور اپنی نفسانی خواہشات کی غلامی کرتے ہوتے بہیمیت کا شکار ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھتے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ کامیاب و بامراد فقط وہی ہے جس نے اپنے نفس کو سنوارا اور اپنے آپ کو کلّی طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اپنے نفس کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا ہر قول و فعل اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق ہو جائے —— آمین یا الہ العالمین !

اللہ تعالےٰ کا ہر فرمان سچّا ہے

قرآن عزیز میں اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا اعلان ہے :۔

تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۔

ترجمہ :۔ یقیناً تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔

لہٰذا

ہمارا دعویٰ ہے کہ جو شخص دنیا اور آخرت کی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے اُسے لازماً اپنے نفس کو سنوارنا پڑے گا ورنہ وہ کبھی کامیاب و بامراد نہ ہو سکے گا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم

امام زین العابدینؓ اور امام باقرؓ کی نظر میں

خواجہ فخرالدین لون بی اے بہاولپور

امام زین العابدینؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی خدمت میں چند عراقی حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں ناروا اور نا مناسب الفاظ استعمال کئے۔

جب یہ لوگ اپنی کہہ چکے تو آپ نے فرمایا :۔

کیا مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟ کیا تم مہاجرین اوّلین میں سے ہو جنھوں نے محض خوشنودیٔ خدا کے لئے جلا وطنی گوارا کی اور اپنے مال و متاع سے دستبردار ہو گئے؟ اور خدا و رسولؐ کی تائید و حمایت میں کمربستہ رہے اور بلا شبہ یہ سچے لوگ تھے۔

عراقیوں نے جواب میں عرض کیا۔

نہیں ہم مہاجرین اوّلین میں سے تو نہیں ہیں۔

یہ سُن کر امام عالی مقام نے دریافت فرمایا!

پھر کیا تم اُن لوگوں میں ہو جو مدینے میں مہاجرین کی آمد سے پہلے بسے ہوئے تھے جو اُن کے پاس ہجرت کرکے آتا تھا، اس سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا تھا اس سے دل تنگ نہیں ہوتے تھے اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اگرچہ خود فاقے ہی سے کیوں نہ ہوں اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے۔ ایسے ہی لوگ، ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

عراقیوں نے جواب میں گزارش کی۔

نہیں ہم ان لوگوں میں بھی نہیں ہیں۔

آپ نے یہ سُن کر فرمایا :

میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں بھی نہیں ہو جن کے بارے میں خدائے عزّ وجل نے فرمایا والذین جاء و من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف الرحیم

یعنی !

اور جو لوگ (ان مہاجرین و انصار کے) بعد آئے وہ اُن کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بڑا رفیق (اور) رحیم ہے۔

جاؤ چلے جاؤ خدا تم سے سمجھے۔

یہ رائے ہے امام زین العابدین کی جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد رئیس بیت حسینی تھے۔

جابر جعفی نے جو خود بھی شیعہ ہیں روایت کی ہے کہ امام باقرؓ نے انہیں عراق بھیجتے وقت کہا۔

اہل کوفہ تک میرا یہ پیام پہونچا دو کہ لوگ ابوبکر و عُمر رضی اللہ عنہما سے تبرا کرتے ہیں میں ان سے بری ہوں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؓ نے ارشاد فرمایا :۔ جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فضل و شرف سے بے بہرہ ہے وہ سُنت سے ناواقف ہے۔

جعفر جعفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اُن سے امام باقرؓ نے فرمایا اے جابر مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں کچھ لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میں نے اس کا حکم دیا ہے انہیں میرا پیام پہونچا دو کہ اللہ کے ہاں میں ان سے بری ہوں۔ مجھے شفاعت محمدؐ نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں کے لئے استغفار نہ کرتا ہوں اور بارگاہ الٰہی میں ان کے لئے رحم کی دُعا نہ کرتا ہوں اگرچہ دُشمنان خدا ان سے کتنے ہی بیگانہ ہوں [1]

[1] حلیۃ الاولیا ج۳ ص ۱۳۷

بقیہ :۔ ایک ضروری وضاحت

تو اب اس وضاحت کے بعد اسے قائم نہیں رہنا چاہیے اور ملک و ملّت کو شر انگیزیوں سے بچا کر اتفاق و اتحاد کی راہ پر ڈالنا چاہیے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

یکے از خدام علماء حق محمد عبداللہ آفاقی نزیل بہاولپور۔

غلام حسین لاہوری

اللہ تعالیٰ کا خوف

دارین کے خزانوں کی کُنجی ہے

اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے!

وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًاۙ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ ؕ اِنَّ اللہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا (پارہ ۲۸ سورۂ الطلاق) آیت ۲-۳

ترجمہ:- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

خُدا سے ڈرتے رہنے کے متعلق قرآن مجید میں بے شمار آیات ہیں۔ قرآن مجید کو اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جب تک انسان کے دل میں کسی کا خوف نہ ہو اس کی فطرت نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتی اور برائی سے پرہیز نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں بار بار اس کی تاکید آئی ہے کہیں ارشاد ہے کہ صرف خُدا ہی ایسی ذات ہے جس سے ڈرنا چاہئے اور کہیں فرمایا ہے کہ کیا تم لوگوں سے ڈرتے ہو، حالانکہ خُدا اس بات کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ہر حالت میں ڈرتے رہو اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے رہو خواہ کتنی ہی مشکلات و شدائد کا سامنا کرنا پڑے۔ حق تعالیٰ ان تمام مشکلات سے نکلنے کا رستہ بنا دے گا اور سختیوں میں بھی گزارہ کا سامان پیدا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی ہے اور دینی اور دُنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں، بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے جس کے کوئی سختی، سختی نہیں رہتی اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس پر بھروسا رکھو، اسباب پر تکیہ مت کرو، اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب کی پابند نہیں ہے، اسباب اس کی مشیّت کے تابع ہیں۔ وہ جو کام کرنا چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔

خُدا کا ڈر جب انسان کے دل میں آ جائے تو سب ڈر نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرے اور اس کے قہر و غضب سے لرزاں و ترساں رہے۔ کیونکہ نفع و ضرر صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و ضرر پہنچانے پر بدوں اس کی مشیّت کے قادر نہیں۔

> دُنیا میں ساری بے اعتدالیاں خوفِ خُدا نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوتی ہیں۔ خوفِ خدا کی تاکید اور اس کے فوائد کا بیان قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے، آخرت میں تو اس کے ثمرات ملیں گے ہی، مگر دُنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ دو چیزیں عطا کرتا ہے۔

اول ــ اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے، اور رنج و غم سے رستگاری عطا کرتا ہے اس لئے کہ جب انسان اللہ سے ڈرتا ہے اور ہر مصیبت کو اسی کی طرف سے سمجھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے دل میں اطمینان اور انشراح پیدا ہوتا ہے اور مصیبت کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ مصیبت کا اثر لوگوں پر ان کے قلوب کے موافق پڑتا ہے، بعض ذرا سی تکلیف سے بے قرار ہو جاتے ہیں اور بعض محسوس ہی نہیں کرتے کہ حادثہ کس طرح گذر گیا۔ استقلال و جوانمردی تقوٰی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان تقوٰی اختیار کرتا ہے تو عالم بالا سے اس کی مشکل کشائی کے اسباب ایسے ذریعہ سے پیدا ہو جاتے ہیں جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

دوم ــــ اللہ تعالیٰ ایسے ذریعہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے اور جتنی چاہے روزی دیتا ہے، وہ قادرِ مطلق ہے کوئی اس کے کام میں دخل نہیں دے سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ راس الحکمۃ مخافتہ اللہ تعالٰی ساری حکمت اور دانشمندی کا سَر اللہ کا خوف ہے۔ یہ سب سعادتوں اور نیکیوں کی بنیاد ہے۔ کیونکہ آدمی شہوتوں کے چھوڑنے اور اس سے صبر کرنے کے بغیر آخرت کی راہ پر نہیں چل سکتا اور شہوت کو جیسا خوف جلاتا ہے اور کوئی چیز نہیں جلا سکتی۔

جب تک انسان کے دل میں یہ خوف پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر قول و فعل سے باخبر ہے، میرے ظاہر اور باطن کو دیکھ رہا ہے اور مجھے ایک نہ ایک دن اس کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا اور اپنے اعمال کیلئے جواب دِہ ہونا پڑے گا، نیکی کی رغبت اس کے دل میں پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ امن میں کون ہوگا فرمایا جو دُنیا میں سب سے زیادہ خُدا سے ڈرنے والا ہو۔

حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ جو دل خوفِ خدا سے خالی ہو وہ ویران ہے۔ حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں آیا کہ مجھ پر خوف غالب نہ ہوا ہو اور حکمت و عبرت کا دروازہ مجھ پر نہ کھلا ہو۔

ذوالنون مصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ ڈرنے والا بندہ کون ہے، آپ نے فرمایا وہ شخص ہے جو موت کے خوف سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہتا ہے اور تمام خواہشات سے پرہیز رکھتا ہے۔

علی ابن حسینؓ جب منہ دھوتے تھے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا، لوگ وجہ پوچھتے تو فرماتے کیا تم نہیں جانتے مجھے کس کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا

خوف کی حقیقت

قلب کا دردناک ہونا ایسی چیز کے خیال سے جو ناگوار طبع ہو اور آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو اس کو خوف کہتے ہیں اور شریعت کے اعتبار سے خوف کی حقیقت احتمال عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو اور یہ احتمال مسلمانوں میں سے ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ کو مکلف بنایا گیا ہے۔ خوف ایک دردناک آگ ہے جو دل میں پیدا ہوتی ہے اس کا سبب یا تو علم و معرفت ہے یا آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا خطرہ اور جو شخص بھی اپنے ہلاک ہونے کے اسباب کا معائنہ کرے تو یہ آگ ضرور اس کی جان میں سُلگ اٹھتی ہے اور یہ حالت دو وجوہات سے پیدا ہوتی ہے ایک تو یہ کہ آدمی اپنے گناہوں اور عیوب پر نظر رکھے اور پھر اپنی تقصیروں کے مقابلہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف دیکھے جو ہر لحظہ و ہر آن اس پر نازل ہوتی رہتی ہیں تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قدر احسان فراموش ہے اور کس قدر بے باکی سے وہ خُدا کی نافرمانی کر رہا ہے تو خوف کی آگ ضرور اس کے دل میں سُلگ اٹھے گی۔

دوسری معرفت یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس

کے گناہوں اور عیوب کے احساس سے آگ پیدا نہ ہو سکی اس کی قدرت اور بے باکی کے خوف سے پیدا ہو جس طرح کوئی شخص شیر کے پنجہ میں پھنس جائے اور ڈرے تو وہ اپنے گناہوں کے سبب سے نہیں ڈرے گا بلکہ اس وجہ سے ڈرے گا کہ اسے یقین ہے کہ شیر اس کو پھاڑ ڈالے گا اس کا مقتضائے طبع ہی یہی ہے اور شیر اس کی ضعیفی سے نہیں ڈرتا، یہ خوف سب میں سے کامل اور افضل ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو پہچانا اور اس کے جلال بزرگی اور توانائی کو جان لیا کہ وہ چاہے تو سارے عالم کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ دوزخ میں رکھے تو ذرہ برابر بھی اس کی سلطنت میں کمی نہ آئے گی۔ انبیا علیہم السلام معصیت و گناہ سے معصوم تھے لیکن وہ بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خائف رہتے تھے۔ جتنا کوئی شخص اللہ کا عارف ہوگا اتنا ہی اس سے ڈرنے والا بھی زیادہ ہوگا اور جتنا کوئی شخص خدا سے جاہل ہوگا اتنا ہی بے خوف ہوگا۔ جب دل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جوارح یعنی اعضا (ہاتھ پاؤں آنکھ کان وغیرہ) گناہوں سے بچتے ہیں اور طاعت ادب کے ساتھ ہوتی ہے۔ خوف کے درجے مختلف ہیں۔ اگر خوف شہوت سے باز رکھے تو اس کا نام عفّت ہے اگر حرام سے باز رکھے تو اس کا نام وَرَع ہے اور اگر شبہات یا ایسے حلال سے باز رکھے جس میں حرام کا خوف ہو تو اس کو تقویٰ کہتے ہیں اگر زادِہ راہ کے ماسوا سے باز رکھے تو اس کا نام صدق ہے اور اس شخص کا نام صدیق ہے، اور عفّت و وَرَع، تقویٰ کے تحت ہی ہیں اور اصل حقیقت خوف کی یہی ہے اور جو کوئی آنسو ٹپکا کر منہ پونچھ لے اور منہ سے کہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور پھر غفلت میں پڑ جائے، یہ عورتوں والی تنگ دلی اور رقت ہے اسے خوف نہیں کہتے کیونکہ جو شخص جس سے ڈرتا ہے اس سے بھاگتا ہے اور جس کی آستین میں کوئی چیز ہو اور وہ دیکھ لے کہ سانپ ہے تو یہ ممکن نہیں کہ لاحول پڑھ کر خاموش ہو جائے گا۔ بلکہ فوراً آستین جھٹک دے گا۔ خدا کا خوف دل میں ہو اور انسان گناہ بھی کرتا جائے یہ ناممکن ہے۔ ہم میں ہر ایک یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے لیکن ہمارے اعمال کے نقائص ہماری بے باکی کے راز کو فاش کرتے چلے جاتے ہیں۔ خوف اور معصیت کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

(ماخوذ از کیمیائے سعادت)

خوف مطلوب اور اُس کی ضرورت

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (پارہ ۴ آل عمران آیت ۱۰۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیئے اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ خدا سے ہر حالت میں ڈرتا رہے تاکہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری اور تقوے کی راہ سے ہٹنے نہ پائے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے استقامت کا طلبگار رہے۔ اس کا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہو اور مرتے دم تک اس سے کوئی حرکت اسلام کے خلاف سرزد نہ ہونے پائے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے کہ وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا (سورہ الاعراف آیت ۵۶) یعنی خوف ورجا کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہو نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو جاؤ، نہ اس کے عذاب سے مامون اور بے فکر ہو کر گناہوں پر دلیر ہو جاؤ الغرض مسلمان کا وطیرہ یہ ہونا چاہیئے کہ خدا سے ڈرتا بھی رہے اور ساتھ ہی اس کی رحمت کا امیدوار بھی رہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم دُعا میں فرمایا کرتے تھے

اے اللہ ہم آپ سے خوف میں سے اس قدر مانگتے ہیں کہ اس سے آپ ہم میں معصیت میں حائل ہو جائیں۔

خشیت معصیت سے بچنے کے لئے مطلوب ہے بالذات مطلوب نہیں۔ آپ نے خوف کی حد بیان فرمادی کہ اس قدر چاہتے ہیں کہ معصیت سے مانع رہو تو معلوم ہوا کہ اگر خوف اس سے زیادہ ہو جائے تو محمود نہیں۔ خوف مَعَ الرِّجَاء یہی ہے اگر خوف ہی خوف ہو اور رجا نہ رہے تو ناامیدی کفر کی حد تک جا پہنچتی ہے۔ خوف اور رجا سالکِ راہ کے لئے دو بازو ہیں جن کے ذریعہ وہ محمود مقامات پر پہنچتا ہے کیونکہ دشوار گزار گھاٹیاں جو خدا کی درگاہ سے باعث حجاب ہیں وہ بہت بلند ہیں اور جب تک امید کا سہارا نہ ہو ان گھاٹیوں کو آدمی قطع نظر نہیں کر سکتا اور شہوتیں جو دوزخ کی راہ پر ہیں وہی آدمی پر غالب آنے والی اور اس کو فریب دینے والی ہیں ان کے جال سخت پھانسنے والے ہیں جب تک آدمی کے دل پر خوف نہ چھایا ہوا ہو ان سے بچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خوف اور رجا کی بڑی فضیلت ہے۔ رجا ایک باگ ڈور کی کی مانند ہے جو انسان کو آگے کھینچتی ہے اور خوف ایک تازیانہ کی مانند ہے جو اسے چلاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے دُعا کی کہ الٰہی! خوف کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمالی لیکن میں اپنی عقل کے جاتے رہنے سے ڈر گیا اس لئے دوبارہ عرض کی کہ مولا! میری استطاعت کے مطابق دروازہ کھول دے، پھر میرا دل ٹھہر گیا۔ حد اعتدال سے خوف کا غلبہ زیادہ ہو جانا تعطل پیدا کر دیتا ہے اور تعطل سے ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور مقصود بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جس طرح بعض بچے امتحان کے وقت غلبۂ خوف سے سب پڑھا پڑھایا بھول جاتے ہیں اور امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں خوف کا یہ درجہ مطلوب نہیں۔ خوف اس حد تک ہونا چاہیئے کہ جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی باقی رہیں مگر وہ سب تابع ہوں اور خوف سب پر غالب رہے، خوف کا یہ درجہ مطلوب اور محمود ہے۔

حق تعالیٰ کا خوف نیک کاموں کی رغبت پیدا کرتا ہے اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر شئے ڈرنے لگتی ہے۔ ہر قسم کا ڈر انسان کو کمزور بناتا ہے لیکن اللہ کے ڈر سے زیادہ قوت اور طاقت دینے والی اور کوئی چیز نہیں ہے اور جس دل میں خدا کا خوف نہ ہو اس کے لئے نہ دُنیا میں امن ہے نہ آخرت میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی بندہ کو دو خوف نہ نصیب ہوں گے یعنی جو بندہ دُنیا میں خدا کا خوف رکھے گا وہ آخرت میں بے خوف ہوگا۔ اور جو دُنیا میں نڈر رہا اس کو آخرت میں امن و اطمینان نصیب نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی بجز اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کردہ چیز کو دیکھنے سے روکی گئی ہو اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے رستے میں پہرہ دیا ہو اور وہ آنکھ جس سے خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ آگ میں سے ہر شخص کو نکال دو جو کسی مقام پر بھی مجھ سے ڈرا ہے۔

الغرض خشیت مومن کے لئے لازم ہے۔ڈاکو کو سزا کے خوف سے ہی ڈاکہ نہیں ڈالتا۔ بچہ پٹنے کے خوف سے شرارت سے رُکتا ہے۔ لوگ جرمانہ اور سزا کے خوف سے جرائم سے باز رہتے ہیں۔ خوف اٹھ جائے تو ملک میں امن قائم نہیں رہ سکتا گویا کہ خوف ہی تمام برائیوں کی جڑ کاٹنے والا ہے، اور خوف ہی جملہ طاعات کا ذریعہ ہے۔ اس لئے مومن کو ہر مقام پر خدا سے ڈرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ حالات خواہ کیسے بھی کیوں نہ ہوں اسے تاکید کی گئی ہے کہ ہر حالت میں خُدا کی طرف رجوع کرے اور اسی سے استطاعت طلب کرے اور اسی کے بتلائے ہوئے رستے پر گامزن رہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یعنی سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہے۔

اس دارالاسباب میں مفید کے ساتھ ساتھ ہزاروں مُضر چیزیں بھی ہیں اور ایک ایک مضر چیز سانپ بچھو زہر و امراض اور اشرار معاشرہ وغیرہ انسان کے لئے خوف کا ایک سلسلہ پیدا کر دیتے۔ ادھر یہ بھی ایک حقیقت ہے' یحُیی و یمُیت، نافع وضار اور معطی و مانع صرف خدا کی صفات ہیں اور تمام دیگر صفات کی طرح اللہ تعالیٰ ان صفات میں بھی لاشریک ہے، پھر غیر اللہ سے خوف کھانے کے کیا معنی۔ یہاں بھی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ تبتّل اور انقطاع کی حالت میں انسان کے دل میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کا خوف جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ وہ ان تمام مضرتوں کو پاؤں تلے روندتا چلا جاتا ہے لیکن تمسک بالاسباب کے مقام پر یہ سب چیزیں آموجود ہوتی ہیں اور ان سے انسان کو احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ ایسی چیزوں سے انسان کے دل میں خوف کا پیدا ہونا ایک طبعی چیز ہے۔ لیکن یہ سارے خوف خوفِ خداوندی کے تابع رکھو اور یہ یقین اپنے قلب میں پوری طرح متمکن رکھو کہ اگر ساری کائنات تمہیں ضرر پہنچاتے اور موت کے گھاٹ اتارنے پر قسم کھالے، مگر حق تعالیٰ کی منشاء یہ نہ ہو تو ساری کائنات کا یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جائے گا اور تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکیں گے۔

مکڑی کے جالے سے بنا ہوا گھر دُنیا میں سب سے کمزور عمارت ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھنا چاہے تو دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس جالے کو نہیں توڑ سکتی۔

دُنیا کی یہ ماحولی مضرتیں اگر کسی وقت خوفِ خدا کے لئے چیلنج کی صورت اختیار کرلیں تو پھر انہیں پاؤں تلے روندتے [illegible] حقیقتِ ایمان ہے اور یاد رکھو جو خدا سے ڈرتا ہے دُنیا کی ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو خدا سے نہیں ڈرتا دُنیا کی ہر چیز سے ڈرتا ہے۔ خدا کے حکم کے بغیر کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔ ضار اور نافع صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔

خوف کے حاصل کرنے کا طریق کار

کیمیائے سعادت خدا کا خوف ہے جو یقین و معرفت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ تین طریقہ سے مُیسّر آسکتا ہے۔ ایک علم و معرفت سے، کیونکہ جس نے اپنے آپ کو اور حق تعالیٰ کے کمال، جلال، عظمت اور اس کی قدرت اور اس کی شان بے نیازی کا اندازہ لگایا اور اپنی عجز و بے چارگی کا بھی وزن کرلیا تو ضرور خوف اس کے دل کا دامن گیر ہو جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر معرفت سے عاجز ہوجائے تو اہل خوف کی صحبت اختیار کرے تاکہ ان کا خوف اس میں بھی سرائت کرے اور غافلوں سے الگ رہے' بعض اوقات تقلید کے ساتھ بھی خوف پیدا ہوجاتا جس طرح ایک چھوٹا بچہ سانپ کو دیکھ کر اس لئے خوف کھاتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو اس سے ڈرتے دیکھا ہے، اس کا یہ ڈرنا تقلیدی ہے کیونکہ وہ سانپ کی صفات کو نہیں جانتا، یہ تقلیدی خوف جاننے والے کے خوف سے بہت ہی ضعیف ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی کو اہلِ خوف کی صحبت میں یہ حالت میّسر نہ آسکے تو ان کے احوال پڑھا کرے اور سُنا کرے اور ان کی کتابیں پڑھا کرے تو وہ جان لے گا کہ یہ لوگ کتنے عاقل، عارف اور متقی تھے جب یہ لوگ اتنے خدا سے ڈرنے والے تھے تو پھر اوروں کو بدرجۂ اُولیٰ ڈرنا چاہیئے۔

روایت ہے کہ جب ابلیس ملعون ہوا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام رونے لگے اور گریہ وزاری کرنے لگے۔ جناب باری کی طرف سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو عرض کی خداوندا! ہم تیرے مکر سے بے خوف ومطمئن نہیں ہیں' فرمایا ایسا ہی چاہیئے، بے خوف نہ رہو۔

حضرت محمد بن المنکدرؒ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا تو سارے فرشتے رونے لگے اور جب آدمیوں کو پیدا کیا گیا تو وہ خاموش ہو گئے کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ یہ دوزخ ہمارے لئے نہیں پیدا کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کبھی بھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتے اور کانپتے ہوئے ہی آئے۔

اگر علم و معرفت بھی حاصل نہ ہو سکے اور اہل خوف کی صحبت میّسر نہ آسکے اور ان کی کتب کا مطالعہ بھی نہ کر سکے اور نہ ان کے احوال کسی سے سُن سکو تو رات کو سونے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ کر یا لیٹ کر یاد کرو کہ آج دن میں کیا کیا گناہ کئے تھے۔ گناہوں کی فہرست تیار کرو پھر دل میں خیال جماؤ کہ میدان حشر میں کھڑے ہیں اور اعمال کے وزن کئے جا رہے ہیں ہر ایک کا حساب ہو رہا ہے۔ تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے، دشمن بہت ہیں، حیلہ چل کوئی نہیں سکتا، زمین تانبے کی طرح سُرخ ہو رہی ہے، آفتاب سر پر ہے، دوزخ سامنے ہے، گناہوں کا کوئی معقول عذر بن نہیں پڑتا۔ یہ حالات جب پیش نظر ہوں تو بے اختیار ہاتھ جوڑ کر حاکم کے روبرو معذرت کریں گے کہ بے شک خطاوار ہیں اور رحم کی درخواست کریں گے، اسی کو استغناء کہتے ہیں۔ سونے سے پہلے اپنے دن کے گناہوں کے لئے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا پختہ عہد کرو۔ صبح کو اٹھ کر رات کے گناہوں کے لئے بھی اسی طرح کرو۔ ہر روز اسی طرح کرنے سے اگر گناہ بالکل چھوٹ نہ جائیں گے تو کمی تو ضرور ہو جائے گی۔ دن کو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کے ورد سے اپنی زبان کو تر رکھیں۔

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ' کا

پروگرام

۱۱ر جون بروز جمعہ

۳ بجے لاہور سے جہلم کے لئے روانگی بذریعہ ریل کار رات کو مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں شرکت

۱۲ر جون بروز ہفتہ

بعد از نماز فجر درس قرآن (جہلم) بذریعہ تیز رو جہلم سے پشاور کے لئے روانگی۔ بعد از نماز عشا جامع مسجد قاسم علیخان قصہ خوانی بازار پشاور مجلس ذکر و خطاب۔

۱۳ر جون بروز اتوار

۸ بجے صبح درس قرآن مسجد قاسم علیخان پشاور۔ درس کے بعد دارالعلوم سرحد کو روانگی اور وہاں سے موضع احمد خیل تشریف لے جانا اور واپسی پشاور۔

عصر تا مغرب:۔ محلہ ہودہ گنج مسجد قاسمی میں سلسلۂ بیعت۔ بعد از نماز عشاء جامع مسجد قاسم علیخان میں درس قرآن پاک کا افتتاح

۱۴ر جون بروز پیر

صبح ۸ بجے حضرت مولانا سید محمد صدیق صاحب بندری مدظلہ' کی دعوت پر موضع آشخیل (لنڈی کوتل) کو روانگی۔

بعد از نماز عصر:۔ جامع مسجد قاسم علی خاں میں بیادگار حضرت الشیخ لاہوری مکتبہ انوریہ کا افتتاح

بعد از نماز عشاء محلہ ہودہ گنج مسجد قاسمی میں مجلس ذکر

۱۵ر جون بروز منگل

عوامی ایکسپریس سے کیمبلپور کے لئے روانگی۔ جامعہ مدنیہ کیمبلپور کے لئے روانگی۔ شام کو واپسی لاہور

حاجی بشیر احمد

عبراتُ دمٍ بموتِ امیرِ المومنین رئیسِ المبلّغین مولانا واولانا محمّد یوسف رحمۃ اللہ الدھلوی

من الافقیر محمّد موسیٰ الروحانی البازی خادم العلوم بقاسم العلوم ملتان باکستان

۱ سفحنا الدمع فی "دهلی" سجاماً — علی اطلال مَن کانوا کراما
۲ وملتانٍ ولاهورٍ وسندٍ — وفی لکنا ومن ذا قوا المداما
۳ اذا رتحلوا بسعدی الهند عنا — وزادوا فی جوی قلبی غراما
۴ فقلتُ متی تعودن یاسُعَیدی — فصاحت صیحۃ الثکلی حِماما
۵ وقالت فاصبرن صبراً جمیلاً — فانّک لن ترانی والخیاما
۶ فاجهشتُ البکی وارتجّ قلبی — فدعنی لائمی ودع الملاما
۷ وهِمتُ وکلما ناحتْ حمامٌ — علی البانات ناوحتُ الحماما
۸ فقالوا ذوا الهوی العذریِ موسیٰ — یُباکی کلّ مَن یبکی هیاما
۹ فقلتُ وکیف لا ابکی وانّی — رأیتُ الدهر قد سلّ الحُساما
۱۰ یُغیر علی الاجلّۃ مستمراً — وغالَ الیومَ غطریفاً همّاما
۱۱ محمّد یوسف المولیٰ اُستقی من — کؤوسٍ تهزِم اللذاتِ جاما
۱۲ سَرِیٌّ لایُساویہِ سَرِیٌّ — علیُّ الشانِ حاشا ان یُسامیٰ
۱۳ جَنَیْتَ الیومَ "عزرائیل" زهراً — ربیعَ الروضِ طرّاً والخُزامیٰ
۱۴ نصوّحَ روضُ دینٍ بعد ریٍّ — وغاض البحرُ اذ فقدَ العُباما
۱۵ فآتٍ ثم آتٍ ثم آتٍ — بهذا الموتِ قد دَقّتْ العظاما
۱۶ معوّلُ مُسلِمی الدنیا جمیعاً — وکانَ لهم ربیعاً بل قواما
۱۷ وکان لهم یدَیْ بطشٍ وقلباً — ورِجلَینِ اذا راموا قیاما
۱۸ فمن لهم یُغیث اذا علیهم — اَغار الهندُ کیّون انتقاما
۱۹ ومَنْ لهم یَسوسُهم بحسن — اذا احتاجوا صلاحاً وانتظاما
۲۰ ومَن یسلوُ اذا ما الارض ضاقت — بما رحُبتْ وقد خافوا زحاما
۲۱ ومن للناس یهدیهم صِراطاً — صلاۃً اَوْ زکوۃً اوصیاما
۲۲ تَلَمّ یأخذہ قطُ فی اللہِ لومٌ — فاضحی الدینُ یأبیٰ ان یُحاما
۲۳ بك اتّغرتُ دیارُ الهند حقّاً — بك ازّانتْ لنا خمسین عاما
۲۴ فلو سمق الکرام الی المعالی — لکنتَ لهم بلا ریب سناما
۲۵ الا یا سیّدَ السادات طرّاً — وافضلنا واولانا احتراما
۲۶ الی ما عشتَ فی الدنیا ضیاءٌ — لِاِسلامٍ وحاشا اَنْ یُغاما
۲۷ ولمّا مُتَّ اَظلمتِ النواحی — واضحی الصبحُ مُلْتَبِساً ظلاما
۲۸ وکنتَ الشمسَ قد اَشرقتَ دِیْناً — واهلَ الارضِ الامَنُ تعامیٰ
۲۹ تقیٌّ لوذعیٌّ اَلمعیٌّ — نجیبٌ مَحتِدًا اعلیٰ مقاما
۳۰ علیمٌ عَبقریٌّ اریَحیٌّ — وکان البحرَ علماً والاِماما
۳۱ وکان نبوضُہ غیثاً مُغیثاً — مَنِ استهدا ہ اِسْتَسْقی الغَماما
۳۲ فآهًا ثم آهًا ثم آهًا — فَقَدْنا الشمسَ والبدرَ التماما
۳۳ فلهفی ثمّ لهفی بیتَ ربّی — یَرُدُّ لنا بیالیٖنا القدا ما
۳۴ ترکتَ جماعۃَ التبلیغ لحماً — علی وَضَمٍ وقد حُرِموا مناما
۳۵ کسِمطِ الدرِّ امسك کل دُرٍّ — وتسقطُ بعدَ ما نُصرِمَ انصِراما
۳۶ حَیاریٰ کالحَباریٰ فی الصحاریٰ — فلم یَدْروا یمیناً ثمّ شاما
۳۷ محاجرُهم جریٰ منها دماءٌ — ومِنْ غُصَصِ النویٰ ترکوا الکلاما
۳۸ فنَبْکیکم بکلِ طلوعِ شمسٍ — وفی حَفلاتِ تبلیغ دَواما
۳۹ ابو الابطالِ تبلیغاً ولیثٌ — هِزَبْرٌ یبذلُ المُهَجَ الجساما
۴۰ رأیْنا وحدَہٗ منہ کثیراً — الیوثَ الغابِ والجیشَ اللُّهاما
۴۱ غیاثُ الدین فی عجمٍ وعُربٍ — وغَوثٌ فلا رَامِلِ والیتامیٰ
۴۲ خطیبٌ — فکم ایقظتَ اَفئدۃً نیاما
۴۳ وعذْبُ اللفظِ یدخل کلّ اُذْنٍ — بلا اِذْنٍ وقد فضّ الختاما
۴۴ وکنتَ تکفُّ اَن یأتوا المعاصی — ویرتکبوا الدنایا والآثاما
۴۵ ملائکۃَ الالٰہِ استقبلوا مَن — اَتاکم طائماً فی اللہ قاما
۴۶ وقُولوا مَرحباً - اَهلاً وسَهلاً — لجِ الفردوسَ قد نِلتَ المراما
۴۷ سقی الوسمیُّ قبراً فیہ اَمسیٰ — حبیبُ الناسِ مَنْ صلّی وصاما
۴۸ امیرَ المؤمنینَ اذهب بروحٍ — وریحانٍ نُهدیكَ السّلاما

ترجمہ

(۱) ہم نے بزرگوں کے نقوش پا پر دھلی میں (مولانا حفظ الرحمٰنؒ و مولانا کفایت اللہؒ کی وفات پر) خوب آنسو بہائے۔

(۲) اور ملتان میں مولانا عطاء اللہ بخاریؒ لاہور میں مولانا احمد علی صاحبؒ و مولانا محمد یوسف صاحبؒ سندھ میں مولانا حماد اللہ صاحبؒ لکھنؤ میں مولانا عبدالشکور صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر بھی۔ انہوں نے شراب جنت کے خم لنڈھائے۔

(۳) جب قافلہ والے ہند و پاک کا محبوب ہم سے لے جانے لگے۔ اور آتش قلب عشاق کے سینوں میں مزید بھڑکانے لگے۔

(۴) تو میں نے از روئے حسرت پوچھا۔ اے حبیب۔ آپ کی واپسی کب ہوگی۔ سو وہ اس عورت کی مانند جس کا اکلوتا بیٹا مر چکا ہو۔ نالۂ دلدوز بلند کرنے لگا۔

(۵) اور کہا۔ اے میرے دوست۔ بس صبر جمیل اختیار کر۔ تو آئندہ نہ مجھے دیکھ سکے گا اور نہ میرا خیمہ۔

(۶) پس میں آٹھ آٹھ آنسو رونے لگا۔ اور میرا دل دہلنے لگا۔ اے ملامت کنندہ طعن و تشنیع چھوڑ کر مجھے رونے دو۔

(۷) اور میں سراسیمہ ہوا۔ تا آنکہ جب کوئی کبوتر بان درختوں پر فریاد کرتا ہے۔ تو میں بھی اس کے ساتھ آہ و شیون کرتا ہوں

(۸) لوگ کہتے ہیں۔ کیا بات ہے۔ کہ موسیٰ محبت صادق والا پریشان ہو کر روتا ہے۔ ہر اس شخص کے ساتھ جو روئے۔

(۹) میں نے کہا۔ کیوں نہ روؤں۔ حالانکہ میں نے دیکھا۔ کہ زمانہ (موت) اپنی تلوار قاتل بے نیام کر چکا ہے۔

(۱۰) موت سدا ہمارے بزرگوں پر حملے کر رہی ہے۔ اور آہ آج اس نے

ہمارے سردار و بادشاہ کو چھین لیا۔

(۱۱) مولانا محمد یوسفؒ نے موت کے ان پیالوں میں سے جو زندگی کے مزوں کو قطع کرتے ہیں۔ ایک جام نوش فرمایا۔

(۱۲) آپ ایسے سردار تھے۔ کہ کوئی ہمعصر سردار اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ بلند شان والے۔ مجال ہے۔ کہ کوئی اس کے مقام کو چھوئے۔

(۱۳) اے عزرائیل۔ آہ آج تو نے وہ پھول توڑا۔ جو سارے گلشن اسلام اور پھولوں کی بہار تھا۔

(۱۴) سبو مرغزار دین ہرا بھرا ہونے کے بعد اجڑ گیا۔ اور چشمۂ شریعت خشک ہوا۔ جبکہ ابر رحمت کھو گیا۔

(۱۵) اُف اُف اُف اس عظیم مرگ سے جس نے ہماری ہڈیوں کو چور چور کر دیا

(۱۶) مولانا مرحوم مسلمانان دنیا کا سہارا تھے اور ان کی بہار تھے۔

(۱۷) آپ ان کے لئے ہاتھ۔ دل اور ٹانگیں تھے۔ جب وہ کھڑا ہونا چاہتے۔

(۱۸) سو آج کون ان کا فریاد رس ہو گا جب ان پر ہندوؤں مذہبی انتقام کی وجہ سے حملہ آور ہوں۔

(۱۹) اور آج کون ان کا بہترین انتظام کرے گا۔ جب ان کو اپنی اصلاح و انتظام کی ضرورت پڑے۔

(۲۰) اور آج کون ان کو تسلی دے گا۔ جب زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہو کر ان کو ازدحام دشمن کا خوف ہو جائے۔

(۲۱) اور آج کون ان کی رہنمائی کرے گا جادۂ مستقیم۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ کی طرف۔

(۲۲) مولانا مرحوم کو راہِ حق میں کبھی ملامت کا خطرہ نہیں کھٹکا۔ سو ان کی برکت سے دین ذلیل ہونے سے بچ گیا۔

(۲۳) اے مولانا آپ کے وجود مسعود پر ہند و پاک کی سرزمین بجا طور پر فخر کرنے لگی۔ آپ کے سبب تقریباً پچاس برس (۴۸ سال) تک مزین رہی۔

(۲۴) پس اگر آج شریف لوگ حصول کمالات کی طرف بلند ہونا شروع کر دیں۔ تو یقیناً آپ ان کے لئے مثال کو ہاں ہوں گے۔

(۲۵) اے تمام سردارانِ وقت کے سرخیل اور ہمارے افضل اور سب سے بڑھ کر احترام کے لائق۔

(۲۶) آپ کی حیات تک ساری دنیا میں اسلام ضوفشاں تھا۔ اور کیا مجال کہ کوئی اس پر ظلم کر سکے۔

(۲۷) اور جب آپ وفات پا گئے۔ تو آہ جملہ آفاق پر گھٹا ٹوپ تاریکی پھیل گئی۔ اور صبح نے ظلمت کا لباس اوڑھا۔

(۲۸) اور آپ اس زمانہ میں آفتاب عالمتاب تھے۔ آپ نے تابانی بخشی دین کو۔ اور ساری زمین والوں کو۔ ہاں جس نے اپنے آپ کو نابینا سا بنایا۔ تو وہ اور بات ہے۔

(۲۹) آپ متقی ذہین و ذکی تھے۔ نجیب النسب بڑے مرتبہ والے تھے۔

(۳۰) بڑے عالم۔ سردار۔ شگفتہ اخلاق والے۔ علم کا سمندر اور پیشوا تھے۔

(۳۱) آپ کے فیوض موسلا دھار بارش کیطرح تھے۔ جس نے ان سے رہنمائی دین کی طلب کی۔ گویا اس نے بادل سے آبیاری کی درخواست کی۔

(۳۲) آہ۔ آہ۔ آہ ہم آفتاب شریعت اور مہتاب طریقت کھو بیٹھے۔

(۳۳) افسوس صد افسوس۔ کاش اللہ تعالےٰ ہماری پرانی بابرکت راتوں کو لوٹا دے۔

(۳۴) آپ کی موت نے تبلیغی جماعت کو خوار کر دیا۔ مثال گوشہ تختۂ قصاب پر اب یہ حال ہے۔ کہ وہ نیند سے محروم ہیں۔

(۳۵) جیسا کہ موتیوں کے ہار کا تاگا جو تمام موتیوں کو روکے رکھتا ہے۔ اور جب ٹوٹ جائے۔ تو موتی ایک ایک گر کر منتشر ہو جاتے ہیں۔

(۳۶) آج جماعت والے حباریٰ پرندوں کی طرح بیابانہائے لق و دق میں حیران ہیں۔ سو ان کو از روئے غم دایئں بایئں کا شعور نہیں۔

(۳۷) ان کی آنکھوں کے پپوٹوں سے خون کے آنسو رواں ہیں۔ اور غم فراق کے اچھو سے انہوں نے گفتگو چھوڑ دی۔

(۳۸) اے مولانا۔ ہم آپ کو سدا سورج نکلتے روئیں گے۔ اور ہمیشہ تبلیغی اجتماع میں بھی زار و قطار روئیں گے۔

(۳۹) مرحوم میدان تبلیغ میں بہادروں کے امیر تھے۔ اور وہ شیر ببر کہ راہ حق میں جانوں تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

(۴۰) آپ تن تنہا ہو کر بھی ہم انہیں دین کے بے شمار شیروں اور لشکر جرار کے برابر سمجھتے تھے۔

(۴۱) آپ دین کے درماں تھے عجم و عرب میں۔ اور بیواؤں اور یتیموں کا سہارا تھے

(۴۲) آپ فصیح و بلیغ خطیب۔ عمدہ الہامی مضامین والے تھے۔ آپ نے کئی سوئے ہوئے دلوں کو بیداری بخشی۔

(۴۳) ایسے شگفتہ الفاظ کو سامعین کے کانوں کی مہریں توڑتے ہوئے ان کی اجازت کے بغیر کانوں میں گھس جاتے۔

(۴۴) آپ لوگوں کو گناہوں۔ منکرات۔ اور بیہودہ امور سے روکتے تھے۔

(۴۵) اے اللہ کے فرشتو۔ تم خوشی خوشی استقبال کر لو اس کا۔ جو تمہارے پاس آگیا۔ وہ جو مدتوں اللہ کی راہ میں کھڑے رہے۔

(۴۶) اور بطور خوش آمدید یہ کہو۔ اھلاً و سھلاً و مرحباً۔ اور یہ کہ داخل ہو جا۔ جنت الفردوس میں۔ تو اپنی مراد کو پا گئے۔

(۴۷) بہار رحمت کی بارش سیراب کر دے۔ اُس قبر کو جس میں آرام فرما ہیں۔ تمام لوگوں کا محبوب۔ وہ جو بڑے نمازی اور روزہ دار تھے۔

(۴۸) اے امیرالمؤمنین۔ الوداع ساتھ روح و ریحان قدس کے۔ انشاء اللہ ہم سدا آپ کی خدمت میں ہدیۂ سلام بھیجتے رہیں گے۔

حاسد اگر تجھ پہ حسد کرتا ہے
کر صبر کہ وہ کارِ بد کرتا ہے
اپنی پستیوں کو کر رہا ہے محسوس
تیری بلندیوں سے کد کرتا ہے

(اکبر الہ آبادی)

الحمد للّٰہ رب العٰلمین لا شریک لہٗ ۰ والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا ومولانا احمد المجتبیٰ محمد مصطفیٰ لا نبی بعدہٗ ولا رسول بعدہٗ

ارشادات عالیہ

حضرت جی مولانا محمد یوسف نوّر اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی خلیفۂ مجاز حضرت رائپوری

اسلامی اعمال کی ترتیب قائم کرنے میں آؤگے تو چیزوں کی ترتیب بدل جائے گی اعمال کی ترتیب کو قائم کرنا چیزوں کی ترتیب قرآن مجید کے مطابق بدلنا اسلام اسی کا نام ہے جو چیزوں کی ترتیب قائم کرتے ہیں اور عملوں کی ترتیب کو بگاڑتے ہیں خدا تعالےٰ ان کو ذلیل کرے گا۔ اور دلوں میں نورِ ہدایت پیدا نہیں ہو گا۔ جو اعمال محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب قائم کریں گے وہ محبوب و مرجع خلائق بنائے جائیں گے۔ نماز کی حقیقت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرو۔ اسلام دو حرکتوں پر چمکتا ہے۔ ایک نماز میں محنت دوسری نماز والی حرکت میں محنت اور اس کو عام کرنا۔ اندر کا نور ان دو حرکتوں میں دیا جائے گا۔ دعا قبول ہوتی ہے۔ جب حرام کے کھانے سے بچ گے اور خوب قبول ہو گی جب مکروہ تک سے بچ گے۔ سوال کرنا حرام ہے، اشراف (یعنی اندر ہی اندر مخلوق سے مانگتے رہنا اور مخلوق سے ملنے کی توقع رکھنا)" مکروہ ہے۔ منہ سے مانگ لیا تو سوال اندر ہی اندر غیر سے جبرا مانگنے کا جذبہ باقی رہتا یہ تو اشراف ہے خدا کے جاننے سے اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں مخلوق سے مانگ کر جو چیز کھاؤ گے وہ حرام ہے۔ اشراف کے ذریعہ جو آئے گی اس کا کھانا مکروہ ہے۔ مخلوق سے مانگ کر کھاؤ گے تو ذلیل ہوؤ گے خواہ سنجیدگی سے مانگ خواہ ہنسی مذاق سے مانگا یہ مانگنے کی مختلف صورتیں ہیں اصل ان کی سوال ہی ہے ان دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ اور دو چیزوں پر محنت کرنا ضروری ہے۔ اشراف سے بچنے پر محنت دعا مانگنے پر محنت۔ مخلوق سے مانگنا سوال ہے خدا سے مانگنا خواہ دل سے ہو خواہ زبان سے یہ دعا ہے اصل دعا دل کی ہے۔ شیطان اشراف پر ڈالے گا تم دعا میں لگ جاؤ یہ اس کا علاج ہے۔ دین و دنیا کا جہاں کوئی مسئلہ آوے تم دعا میں لگ جاؤ۔ تو اشراف سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ جب اشراف سے محفوظ ہو گئے تو سوال سے محفوظ ہو جاؤ گے اگر اشراف کی جڑ نہ کٹی تو ایک نہ ایک دن سوال کی لعنت میں پھنس جاؤ گے۔

کسی کی چیز بغیر اس کے مالک کی اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے اس سے بہت بچو!" خواہ چیز کتنی ہی معمولی اور عام استعمال میں آنے والی چیز کیوں نہ ہو ممکن ہے جس وقت تم اس کی چیز کو استعمال کرنے کو اٹھا کر لے گئے اسی وقت اس کو بھی ضرورت ہو۔ (مفہوم)

آپس میں بے تکلفی سے بچو کہ اس سے بے اکرامی شروع ہو جاتی اور بے اکرامی سے دل پھٹتے ہیں۔

غریبوں، کس مپرسوں کی خدمت سے خدا ملتا ہے۔ تکبّر ٹوٹتا ہے۔ تواضع پیدا ہوتی ہے۔ غرض والی خدمت کرنے سے خدا نہیں ملتا۔ ("حکام، امراء اور مشائخ و علماء کی خدمت مطلب برآری وجاہت پرستی شہرت کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے اس سے خدا نہیں ملے گا)" (مفہوم) جس سے گھن آتی ہو، نفرت آتی ہو ان کی خدمت سے قلوب کھنچتے ہیں۔ جبکہ اس میں کوئی غرض شامل حال نہ ہو۔ "مشائخ عظام کے جو خدام کی بابت ہم سنتے ہیں وہ صاحب کمال بنے یہ وہ خدام تھے جو خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے پاخانہ تک اٹھاتے تھے۔ غرض والی خدمت کرنا بہت آسان ہے۔ لوگ پیروں کی خدمت کرتے ہیں کہ ان کی دعا سے ہمارا فلاں کام بن جائے گا۔ ہماری سفارش کر دیں گے۔ پھر ان حضرات کی خدمت سے نفس کو مفت کی شہرت ملنے کی وجہ سے لذت آتی ہے۔ یہ تمام اغراض ہیں ان سے پاک ہو کر خدمت کرو۔

جتنا محنت کا میدان وسیع ہو گا اسی قدر نور زیادہ نصیب ہو گا۔ ہمارے اور تمہارے سب کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و محنت عالمی تھی دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محنت علاقائی اور مخصوص اقوام تک تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا میدان سارا عالم اور قیامت تک آنے والی تمام اقوام کو شامل ہے۔ زہد اور تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک لوگوں کے قلوب کو پلٹ دیتے ہیں اس کے ذیل میں حضرت داؤد طائی نور اللہ مرقدھم کا قصہ سنایا۔ فرمایا یہ ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کی کمائیوں کی آمدنی ٹھیک نہیں رہی تو لوگوں سے ہدیے لینے چھوڑ دیے اور باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ اندر ہی اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ذکر کرتے رہتے۔ جب ان کے والد مرحوم کا انتقال ہوا تو بہت ہی قلیل رقم چھوڑ کر گئے تھے جس پر انہوں نے تیس سال گذار دیے۔ جب یہ بھی ختم ہو گئی تو مکان کے پتھر اور چھت کی کڑیاں کو بیچ کر گذارا کیا۔ مگر لوگوں سے نہیں لیا جب ان کا انتقال ہوا تو صبح سے شام تک جنازہ چلا تب جا کر کہیں قبرستان پہنچا۔ لوگوں کے ہجوم کی کثرت کی وجہ سے چودہ چارپائیاں ٹوٹیں اور اس دن ان کی برکت سے چھ لاکھ یہودی مسلمان ہوئے

اسی طرح حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدھم کی برکت سے شاہان تیمور اور تاتاریوں کی بہت بڑی اور جنگجو قوم جس کا اس زمانہ میں جھکانے والا کوئی نہ تھا۔ جن کی تلواروں کے سامنے سب کی تلواریں کند ہو گئی تھیں اور جس قوم نے ایک دفعہ ساری دنیا کو زیر زبر کر کے رکھ دیا جو مسلمان کے نام سے بھی انتہائی نفرت رکھتے تھے اسلام لانا ذکر فرمایا۔ فرمایا اگر مقصد اچھا ہے اور اس کی اجتماعی نوعیت اچھی ہو جائے تو خداوند قدوس سے بے انتہا منافع کی امید کی جا سکتی ہے ایک دفع اجتماع کے موقع پر ارشاد فرمایا میرے بھائیو اور دوستو ہم جو اپنے اپنے عیش و راحت کو چھوڑ کر جمع ہوئے ہیں سو وہ بہت اونچے مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں د

مقصد اجتماعی ہے انفرادی نہیں، وہ مقصد مجمع کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے انفرادی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا اور مقصد جب حاصل ہوتا ہے جبکہ تمام مجمع متفکر رہے! مقصد اگر نیک ہوتا ہے تو خیر و فلاح کی امید ہوتی ہے اور جب مقصد خراب ہوتا ہے بُرے نتائج بر آمد ہوتے ہیں!

اجتماع کا مقصد کیا ہے جس طرح ہم تین دن کے لئے یہاں مختلف شہروں سے آکر جمع ہوئے ہیں اور یہ تین دن کا وقفہ مختصر سا وقت ہے اسی طرح یہ دنیوی زندگی بہت تھوڑی جو جلد ختم ہو جانے والی ہے اور یہاں سے کوچ کر جانا ہے۔

اس عالم کی تمام اشیا، فنا ہو جانے والی ہیں اس عالم میں جب انسان ہوتا ہے تو وہ بھی یہاں فنا ہو جاتا ہے اور جب بقا والے عالم میں چلا جاتا ہے تو بقاء والا بن جاتا ہے خواہ جنت میں بقا والا بن کر رہے خواہ دوزخ میں بقا کے لئے رہے! اس فنا والے عالم میں جس نے اچھی زندگی گذاری یعنی ایمان و اسلام والی زندگی گذاری تو بقا والے عالم میں بھی اچھی زندگی گذارے گا۔ اور جس نے اس عالم میں بُری زندگی گذاری اس کو بقا والے عالم میں بھی خراب زندگی گذارنی پڑے گی!

فرمایا حقیقت کے خلاف کو دھوکہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقائق بتلائے ہیں یہ دیکھو کہ ہماری محنت اس کے مطابق ہے یا اس سے ہٹی ہوئی ہے؟ جو لوگ حقائق کو تلاش نہیں کرتے اور اس کے لئے بغیر محنت اٹھائے ہیں وہ دھوکہ پر محنت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہی دھوکہ ہے یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کامیاب اور اصل میں نکلتے ہیں ناکامیاب! جب حقیقت میں زندگی گذارنے کے لئے اپنے آپ کو ریاضت و مجاہدہ کا عادی نہیں بنائیں گے۔ تو وہ دھوکہ میں پڑینگے! ہمارے جمع ہونے کا مقصد یہ ہی ہے کہ آیا ہم حقیقت پر محنت کر رہے ہیں یا دھوکہ پر اس پر غور کریں۔ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے آپ کو تکالیف کے برداشت کرنے کے حقائق پر ڈالا تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی تکالیف برداشت کرنا محبوب ہو گیا تھا سب سے پہلی بات یہ ہے کہ موت حق ہے اور حیات دھوکہ ہے۔ حیات ختم ہو جانے والا ایک وقت ہے جس کے متعلق یوں معلوم نہیں کہ کب ختم ہو جائے کا انسان موت کی طرف تو پیٹھ کرتا ہے اور زندگی کی طرف نہ کرتا، زندگی کی تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھے اور موت کے اتنے بڑے مسئلہ کو نہ دیکھے کہ جہاں ہزاروں برس رہنا پڑے گا یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ دھوکہ والے انسان ہیں جو موت سے پہلے کی زندگی کا تو اہتمام کرتے ہیں اور مرنے کے بعد والی زندگی کو بھولے بیٹھے ہیں ایسے انسان دوزخ میں جائیں گے۔

فرمایا انسان چیزوں کی لائن سے تو ایک ایک ذرہ کو یہاں ہی چھوڑ کر جائے گا۔ اور اعمال کی لائن سے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو ساتھ لے کر جاتا ہے اگر ہم چیزوں کا فکر تو کریں اور اعمال کا فکر نہ کریں تو یہ زبردست دھوکہ ہے! زمین سے جو چیزیں نکل رہی ہیں وہ تو فنا ہو جائیں گی اور وہ اعمال جو انسان کے بدن سے نکل رہے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں خواہ بد ہوں یا نیک چیزوں میں سے تو ایک شخص بھی اس دنیا سے ایک چیز بھی ساتھ لے کر نہیں جائے گا۔ یہاں تک میدان حشر میں ہر شخص ننگا اٹھایا جائیگا۔ لیکن اعمال میں سے ایک ایک عمل اس کے ساتھ ہوگا۔ مجرمین میدان حشر میں خداوند قدوس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ دیکھئیے کہ اعمال کے رجسٹر موجود ہیں اور ایک ایک عمل ان کا لکھا ہوا ہے اگر رجسٹر کا ایک ذرہ برابر عمل بڑا ہوگا اور ان سے اور پیٹ کر دنیا میں معاف نہ کرایا ہوگا تو وہ بھی سامنے آجائے گا۔

فرمایا محنت کی دو لائنیں ہیں۔ ایک حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والی لائن جنہوں نے انسانوں کی پاکیزگی کے لئے محنت کی اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے جائدادوں اور حکومتوں کے نقشے بنائے اور انسانوں کی بھیڑ کو جمع کیا جو نقشے والے اور چیزوں والے ہیں اور اعمال پیچھے نہیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کو دنیا ہی میں موت سے پہلے ذلیل کر کے دکھلا دیا۔ مال والوں کو زمین میں دھنسا کر دکھلا دیا اصل جگہ تو موت کے بعد آئے گی جہاں ہر شخص حقیقت کو معلوم کرلے گا۔ لیکن مرنے سے پہلے بھی بعضوں کو نقشہ دکھلا دیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے لائن تو قائم کر دی ایک تو اعمال کے اچھے کرنے کی محنت۔ انسان کے ہر عضو سے رات دن اعمال نکل رہے ہیں عمل تو ضرور نکلینگے اگر ہم چاہیں کہ اچھے عمل نکلیں تو اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے اگر محنت کرنی چھوڑ دی تو بھی بُرے عمل خود بخود نکلیں گے۔ جس طرح زمین پر محنت کرنے سے غلے نکلتے ہیں سونا چاندی نکلتا ہے پٹرول نکلتا ہے اور اور اگر محنت نہ کی جائے تو نفع والی چیزیں تو نکلیں گی نہیں ہاں کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں جو جلانے کے قابل ہوتی ہیں خود بخود نکل آئیں گی۔ جو اعمال خداوند قدوس کو راضی کرائیں آسمان و زمین کے فیصلے ہمارے موافق کرا دیں تو اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑے گی

سلسلہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے چل رہا ہے وہ اپنے وجود میں اصل ہیں۔ اور سب اس کے تابع ہیں وہ جس طرح چاہیں گے کر کے دکھلا دیں گے اور سارے وجود اس کے محتاج ہیں۔ ذات کو پہنچانے کیلئے صفات آتی ہیں۔ اس کے لئے دیا گیا لارب الا اللہ انسان کے سارے مسائل خدا کی ذات سے ہوتے ہیں عزت و ذلت، فساد امن صحت بیماری وغیرہ جتنے مسائل ان کا تعلق ایک خدا کی ذات سے ہے رب کی ایسی صفت جو اپنے اندر تمام کو لئے ہوئے ہے۔ جب چاہیں گے فقیر کر دیں گے جب چاہیں گے غنی کر دیں گے جب چاہیں گے بیمار کر دیں گے جب چاہیں گے تندرست کر دیں گے۔

تبلیغ کے چھ نمبروں کا خاکہ

(۱) کلمہ جزو اوّل

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کیا ہے؟

کلمہ کا مقصد یقین کی تبدیلی ہے۔ چیزوں سے یقین کی تبدیلی ہے چیزوں سے یقین نکل کر خدا کی ذات پر یقین آجائے اسی چیز کو کلمہ میں پیدا کرنا ہے۔

(ب) کلمہ کا جزو دوم

دوسری بات ہر حال میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

جتنا ہم مجمع کو یقین کی دعوت دیں گے اتنا ہی ہم میں یقین پیدا ہوگا۔ اور تنہائیوں میں اس کلمہ کو عظمت کے ساتھ خدا کے دھیان کے ساتھ جتنا پڑھیں گے اتنا ہی دل میں یقین جمے گا۔

(۲) نماز ایک عملی مشق ہے۔ کلمہ میں اجمالی طور پر جس بات کا اقرار کیا ہے۔ نماز میں تفصیلی طور پر اس کی مشق ہے۔ نماز سے مقصود ہر حال میں ہر وقت ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ جیسے نماز میں تمام حرکات و سکنات خدا کے حکم کے مطابق ہیں اسی طرح نماز کے باہر والی زندگی خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو جائے جتنی ہم نماز کی دعوت دیں گے اور نماز کو اچھی طرح سے بنا کر پڑھیں گے اتنا ہی یہ نماز ہماری زندگی پر اثر انداز ہوگی!

(۳) علم سے مراد جاننے کے ہیں ہر حال میں ہر موقع حکم جس کی مشق ہم نے نماز میں کی اس کے جاننے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ کہ ہر ہر عمل کرنے سے پہلے ہم معلوم کریں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کیسے کیا اُس کے معلوم کرنے میں وطن کو چھوڑنا پڑے۔ مال و جان کو قربان کرنا پڑے تو ان ساری چیزوں کو اس کے حکم کے معلوم کرنے کے لئے قربان کریں گے علم کے ذریعہ اس کا صحیح جذبہ پیدا ہو جائے گا۔

(۴) ذکر سے مراد دھیان کا پیدا کرنا ہے۔ تنہائیوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے دھیان کا پیدا کرنا۔ نیز تنہائیوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے دھیان کا پیدا کرنا نیز تنہائیوں کے اندر اللہ پاک کے دھیان اور بڑائی کے ساتھ ان تسبیحات کو پورا کرنا اور اس کے علاوہ ہر موقعہ کے اذکار مسنونہ

میں مشغول رہیں گے۔ تو خدا کا دھیان پیدا ہو گا۔

(۵) اکرام علم۔ ہر انسان کے حقوق کو ادا کرنا بلکہ اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا اور اپنے حقوق کو مطالبہ نہ کرنا۔

(۶) تصحیح نیّت۔ اپنی نیّت کو صحیح کرنا عمل کے آخر میں اپنی نیت کی کوتاہیوں کو نکالنا۔ اوّل میں نیّت صحیح کرنا درمیان میں نیّت کا دھیان کرنا آخر میں نیّت کی کمی کوتاہیوں کو نکالنا۔

(۷) تبلیغ: دوسروں کو عمل کی دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو اس عمل پر ڈالنے کی کوشش کرنا یہ ایک مستقل محنت ہے۔ اس کے لئے عمر میں سے اول چار چار مہینے کے لئے اقلیم در اقلیم شہر در شہر دین کے تقاضوں کے لئے پھرنا اپنی جان و مال سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کرنا۔

(۸) جس عمل سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا اس سے پرہیز کرنا۔

نماز کب جاندار بنتی ہے

حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا لوگ یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوتا ہے۔ آخر کچھ اسباب بھی کرنے پڑتے ہیں۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کچھ نہیں ہوتا! ہاں کچھ محنت نماز سے پہلے کی ہیں۔ اور کچھ نماز کے بعد کی تین نماز سے پہلے اور تین نماز کے بعد پھر دیکھو نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا پہلی تین یہ ہیں۔ (۱) اول یقین ٹھیک کرنے کی محنت۔ ہر چیز جو مشاہدہ میں ہے اس کا نکالنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو سن کر دل میں یقین جمانا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اور اللہ پاک نے جو اعمال تبلائے ہیں ان کے ذریعہ سے سب کچھ ہوتا ہے اس بات کو دل میں بٹھانا۔

(۲) دوسری محنت علم والی ہے۔ جن اعمال پر محنت کرنے سے اللہ پاک دنیا و آخرت میں عزت سے پالتے ہیں اُن اعمال کو صحیح بنانے کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ کے مطابق کرنے کے لئے علم پر محنت کرنا۔

(۳) تیسری محنت ذکر پر محنت کرنا ذکر پر ہم ایسی محنت کریں کہ ہر عمل کو کرتے وقت خدا کا دھیان نصیب ہو جائے خدا کے ذکر سے دل کی بوتل اس قدر پر ہو جائے کہ غیر کا دھیان دل میں گھسنے نہ پائے قلعہ کی طرح دل کی حفاظت ہو جائے۔ یہ محنتیں تو نماز کے اندر ہیں۔

اور نماز کے بعد کی تین محنتیں یہ ہیں۔ اپنی کمائیوں کو ٹھیک کیا جائے۔ اب تک جو کسی کی زمین کو یا مکان کو دبا رکھا ہے ظلم وستم کر کے اس کو واپس کیا جائے۔ اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے۔ کہ یہ ورش خدا کے حکم پورا کرتے میں ہے جتنا میں خدا کے حکموں کو اپنی کمائیوں کے طریقوں میں پورا کروں گا۔ اتنا ہی اللہ پاک راضی ہو کر میری پرورش فرما دیں گے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی!

(۲) دوسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلائی ہوئی ترتیب سے خرچ کرنا اور اپنی خواہشات پر مکان پر، بنگلہ پر، موٹر پر، برادری پر، برادری کے کہنے پر بیاہ شادی کے مواقع پر، قوم پر، ناک پر نام و نمود پر خرچ نہیں کروں گا۔ اور نہ بیوی کے کہنے سے زیور کپڑے کھانے وغیرہ پر خرچ کروں گا۔ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلائے ہوئے طریقہ سے خرچ کروں گا اوّل مال و جان کا صحیح مصرف دیکھوں گا۔ پھر خرچ کروں گا۔

(۳) تیسری محنت نماز کے بعد والی یہ ہے کہ معاشرہ کو ٹھیک کرنا ہر حال میں اللہ پاک کے حکم کو دیکھونگا۔ قوم کو برادری کو اپنے کو غیر کو نہیں دیکھونگا۔ مسلمان کو غیر مسلم کو نہیں دیکھوں گا بلکہ اللہ پاک کے حکم کی اتباع کروں گا انصاف کی طرف داری کروں گا۔ مظلوم کا ساتھ دونگا۔ ظالم کا ساتھ نہیں دونگا، اگر اپنا بیٹا کسی پر ظلم کر رہا ہے تو غیر مسلم کا ساتھ دونگا چاہے عیسائی ہی کیوں نہ ہو۔ چاہے یہودی کیوں نہ ہو۔ ان چھ محنتوں کے درمیان نماز ہے اب پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے مانگو! نماز سے کیا کچھ نہیں ہوتا۔ ایسی نماز پڑھنے پر خدا دعا قبول فرماتے ہیں

دھوکہ والا علم اور علم حقیقی!

ہمارا علم دھوکہ ہے اور اللہ والا علم حقیقت ہے۔ مشاہدہ والا علم کہہ رہا ہے مال خدا کے راستہ میں خرچ کرتے سے کم ہو گا۔ مگر اللہ والا علم کہہ رہا ہے کہ نہیں ہو گا۔ بلکہ اللہ پاک اُس کو بڑھائیں گے۔ مشاہدہ کہہ رہا ہے زکوٰۃ دینے سے مال کم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ ہمارا وعدہ سچّا ہے کہ نہیں ہو گا وہ بڑھائیں گے۔

انسان اصل ہے اور کائنات اصل نہیں ہے اگر اصل کو نہیں بنایا اور اصل کے اندر بگاڑ پیدا ہو گیا تو ساری کائنات کے اندر بگاڑ پیدا ہو گا۔ جن چیزوں میں نفع نظر آ رہا ہے ان سے نقصان لیں گے جس میں عزت نظر آ رہی ہے اس میں سے ذلت آ جائیگی اور جس میں حفاظت دکھائی دے رہی ہے اس میں سے ہلاکت نکل آئے گی غرضیکہ اگر انسان صحیح استعمال ہو گا تو کائنات ہی اپنی صحیح استعمال ہو گی۔ تیری محنت اصل ہے کائنات اصل تھوڑا ہی ہے اگر ہم نے محنت کر کے اپنے اعمال کو ٹھیک کر لیا اور اچھے اعمال آسمان پر بھیجے تو وہاں سے خیر کے فیصلے ہو کر آئیں گے۔ اگر بگڑے ہوئے اعمال آسمان پر چاندی، لوہا۔ سونا لکڑی یہ اصل نہیں ہیں۔ حالات کا تغیّر اعمال کے بننے اور بگڑنے پر ہے۔ اگر محنت کر کے اعمال کو اچھا بنا لیا ہے تو ساری دنیا میں خیر آئے گی۔ برکت آئے گی رحم آئے گا۔ عدل آئے گا۔

"رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدھم کے آخری مضمون کا ماحاصل"

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور مبارک تھا کہ ایک مضمون جس کا انکشاف کرنا چاہتے تھے اسے مہینوں تک مختلف پیرائے میں دہراتے رہتے تھے تاکہ لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے اس آخری مضمون کا نچوڑ جس سے وصال مبارک کے کئی ماہ پہلے سے لوگوں کے ذہن نشین کرا رہے تھے حسب ذیل ہے۔

"ایک دھوکہ ہے۔ ایک حقیقت ہے۔ دھوکہ یہ ہے کہ چیزوں سے حالات بنتے بگڑتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اعمال سے حالات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ اچھّے اعمال سے حالات بنتے ہیں اور بُرے اعمال سے حالات بگڑتے ہیں۔ اعمال کا تعلق دنیا کی کسی چیز سے نہیں انسان کے اعضاء اور جوارح سے ہے اور اعضاء و جوارح کا تعلق دنیا کی کسی چیز سے نہیں ان کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔ دل پہ کسی کا قبضہ نہیں، دل پہ خدا کا قبضہ ہے اب دنیا دارالاسباب ہے۔ اگر دنیا کی چیزوں پر محنت کرو گے تو اللہ پاک تمہارے دلوں غیروں (غیر اللہ) کی طرف پلٹا دیں گے۔ اگر اعمال پر محنت کرو گے تو اللہ پاک تمہارے دلوں کو اپنی طرف پلٹا دیں گے۔

اظہارِ تعزیت

جناب شبر بہادر صاحب جو کہ حضرت لاہوری رحؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے ۱۱ محرا الحرام بروز جمعرات انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

خادم جمیل احمد قریشی چاکیواڑہ ٹرام جنکشن کراچی سٹی

مستند قاری کی ضرورت

مدرسہ انوار الاسلام نورانی کالونی بکواٹری کراچی کے لئے ایک مستند قاری کی ضرورت ہے جو کہ قرأتِ سبعہ سے فارغ ہو۔ خواہشمند قاری صاحب بذریعہ خط مہتمم مدرسہ سے رجوع کریں۔

(مولانا) محمد عبدالباقی ممبر مجلس شوریٰ جمیعۃ علماء اسلام کراچی

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

دُعا عبادت کا مغز ہے

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

واضح ہو کہ اکثر دعائیں قرآن پاک میں خود حق سبحانہٗ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اپنے پسندیدہ الفاظ میں تلقین فرمائی ہیں۔ اور بعض دعائیں وہ ہیں جن کی بابت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ بھی ان ہی الفاظ میں عاجزی اور پست آوازی اور تضرّع سے خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجات طلب کیا کریں۔

دنیا میں انسان خواہ کتنا ہی قوی و غنی اور اقتدار کا مالک ہو پھر بھی بسا اوقات عاجز و مجبور ہو کر ناکامیوں اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ راز کھول دیا ہے کہ بے بسی، مجبوری اور حالت زار کا سہارا اور تکیہ صرف اللہ ربّ العالمین ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی توفیق و طاقت کے بغیر عاجز و مجبور، کمزور اور ضعیف انسان لاشئے ہے خدائے متصرّف الامور کی استعانت اور مدد کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں۔

اب ہم آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس مترجم دعائیں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ ذات جو 'بعد از خدا بزرگ توئی' مرتبہ کے لحاظ سے اولادِ آدم میں بےمثال ہے اس نے اپنی زندگی کس درجہ خدا کے سہارے پر گذاری ہے۔ رحمت اللعالمینؐ ہر آن اور ہر گھڑی کس حد تک اللہ کی پناہ، مدد، توفیق اور فضل کے حاجت مند تھے۔ آپؐ کا دامنِ احتیاج کتنا وسیع تھا؟ بدن کا رواں رواں کیسے مجسّم دعا تھا؟ درِ ناز پر سرِ نیاز ہمیشہ پڑا رہتا۔ وہ رحمتِ عالم افتخارِ دودۂ آدمؑ خدا کی بارگاہ میں سربسجود ہیں۔ زبانِ اطہر کے لعل یوں جگمگ کر رہے ہیں۔ دعاؤں کے ہیرے شمس و قمر کو اس طرح شرما رہے ہیں۔

نوٹ:۔ تمام مشائخ اور علمائے شرع اس امر میں متفق ہیں کہ خدا اور رسولؐ کی بتائی ہوئی دعاؤں سے بہتر کسی انسان کی بتائی ہوئی دعا نہیں ہو سکتی۔

آدابِ دعا

دعا کرتے وقت دل میں رقّت ہونی چاہئے۔ جو زبان سے کہے دل سے اُس کی طرف دھیان رکھے تاکہ پورا نفع ہو۔ زبان و دل دونوں اعضاء خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔ سچّی رغبت اور ہیبت سے خدا کو پکارے جیسے کوئی خوشامد کرنیوالا ڈرا ہوا آدمی کسی کو پکارتا ہے۔ دعا کے وقت آواز اور ہیبت میں تضرّع اور خوف کا رنگ محسوس ہونا چاہئے۔ خدا کی عظمت و جلال سے آواز کا پست ہونا قدرتی چیز ہے۔ دعا کے اوّل و آخر میں درود شریف پڑھنا لازمی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی تیس دعائیں مع ترجمہ ہدیۂ قارئین ہیں:۔

۱۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ يُّخْزِيْنِیْ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آیا ایسے ہر ایک کام سے جو مجھ کو رسوا کرے۔

(ب) وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ صَاحِبٍ يُّؤْذِيْنِیْ

ترجمہ:۔ اور تیری پناہ میں آیا ہر ایک یار سے جو مجھ کو ایذا دے۔

(ج) وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ اَمَلٍ يُّلْهِيْنِیْ۔

ترجمہ:۔ اور تیری پناہ میں آیا ہر ایک آرزو سے جو مجھ کو خراب کرے۔

(د) وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ فَقْرٍ يُّنْسِيْنِیْ

ترجمہ:۔ اور تیری پناہ میں آیا ہر محتاجی سے جو مجھ کو بھلا دے۔

(ه) وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ كُلِّ غِنًى يُّطْغِيْنِیْ

ترجمہ:۔ اور تیری پناہ میں آتا ہوں ہر تونگری سے جو مجھے حد سے باہر کرے۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ خَلِيْلٍ مَّاكِرٍ عَيْنَاهُ تَرْيَانِیْ وَ قَلْبُهٗ يَرْعَانِیْ اِنْ رَّأٰى حَسَنَةً دَفَنَهَا وَ اِنْ رَّأٰى سَيِّئَةً اِذَاعَهَا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں مکّار دوست سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اگر وہ نیکی کو دیکھے تو چھپا دے اور اگر برائی کو دیکھے تو پھیلا دے۔

۳۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ غَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَمِنْ بَوَارِ الْاَيِّمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کی زیادتی سے اور دشمن کی زیادتی سے اور رانڈ کی ہلاکی سے اور مسیح دجّال کے فتنہ سے۔ مطلب یہ (ایسا نہ ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری بیوہ تباہ حال ہو جائے۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النِّسَآءِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عورتوں کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔

حدیث میں ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ مجھے اپنی امّت کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی نسبت جس قدر خوفناک چیز عورتیں معلوم ہوتی ہیں اس قدر اور کوئی چیز خوفناک معلوم نہیں ہوتی۔ عورتوں کی وجہ سے اکثر بڑے بڑے ہنگامے ہو جاتے ہیں۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ يَّوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَيْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَةِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں بُرے دن سے، اور بُری رات سے اور بُری گھڑی سے اور بُرے یار سے اور بُرے پڑوسی سے۔

۶۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَ سُوْءِ الْاَخْلَاقِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا

ہوں دشمنی، نفاق اور بُری عادتوں سے۔

۷۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَ دُعَآءٍ لَّا یُسْمَعُ وَ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آیا ایسے علم سے جو نفع نہ دے۔ اور ایسے دل سے جو نہ گڑگڑائے اور اُس دُعا سے جو نہ سنی جائے۔ اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو۔

۸۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَّوْتِ الْغَمِّ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّھَا بِئْسَتِ الْبِطَانَۃُ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ پکڑتا ہوں موت کے غم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ بُری ہمخوابہ ہے۔ اور تیری پناہ چاہتا ہوں چوری سے کیونکہ وہ بہت بُری خصلت ہے

۹۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس کی آفت سے جو اپنے پیٹ پر چلے اور اس کی بدی سے جو دونوں پاؤں پر چلے اور اس کی ایذا سے جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔

۱۰۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنِ امْرَاَۃٍ تُشَیِّبُنِیْ قَبْلَ الْمَشِیْبِ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَّلَدٍ یَّکُوْنُ عَلَیَّ وَبَالًا وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَّالٍ یَّکُوْنُ عَلَیَّ عَذَابًا وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ صَاحِبٍ خَدِیْعَۃٍ اِنْ رَّاٰی حَسَنَۃً دَفَنَھَا وَ اِنْ رَّاٰی سَیِّئَۃً اَفْشَاھَا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ مانگتا ہوں اس عورت سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اُس لڑکے سے جو مجھ پر وبال ہووے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس مال سے جو مجھ پر عذاب ہو جائے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس مکّار یار سے کہ اگر کوئی بھلائی دیکھے تو اس کو بند کرے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو ظاہر کرے۔

۱۱۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَ مِنْ شَرِّ بَصَرِیْ وَ مِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَ مِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَ مِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے کان کی برائی سے، اور اپنی آنکھ کی بدی سے، اور اپنی زبان کی بدی سے اور اپنے دل کی بدی سے اور اپنی شرمگاہ کی بدی سے۔

۱۲۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَدْمِ وَالتَّرَدِّیْ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْھَرَمِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ پکڑتا ہوں مکان کے گرنے سے، اور اپنے گر پڑنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ڈوب جانے سے اور جل جانے سے اور بہت بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھ کو موت کے وقت مخبوط الحواس کر دے۔

۱۳۔ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَ اَعُوْذُ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا۔

ترجمہ:۔ اور مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تیری راہ میں پیٹھ پھیر کر مروں اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ مَیں سانپ بچھو کے کاٹے سے مروں

۱۴۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُؤْسِ وَالتَّبَاؤُسِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آیا محتاجی سے اور نہایت احتیاج سے۔

۱۵۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَ ضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کی تنگی سے اور قیامت کے دن کی تنگی سے۔

۱۶۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ بَطَرِ الْغِنٰی وَ مَذَلَّۃِ الْفَقْرِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ پکڑتا ہوں مالداری پر اترانے سے اور محتاجی کی ذلت سے۔

۱۷۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ فِی الْحَقِّ بَعْدَ الْیَقِیْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ پکڑتا ہوں حق میں یقین کرنے کے بعد شک کرنے سے اور تیری پناہ پکڑتا ہوں شیطان مردود سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں جزا کے دن کی برائی سے۔

۱۸۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

ترجمہ:۔ مَیں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے کلموں کی اس چیز کی برائی سے جو پیدا کی۔

۱۹۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں بہکانے سے یا بہکائے جانے سے، یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا نادان بنوں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

۲۰۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں رنج و غم سے، عاجزی و سستی سے، کنجوسی اور نامردی سے قرضہ کے غلبہ سے اور لوگوں کے دباؤ سے

۲۱۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْعَجْزِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَ زَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں کاہلی، عاجز ہونے، بزدلی اور کنجوسی و بڑھاپے سے اور قبر کے عذاب سے۔ اے اللہ! میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری دے اور تو پاک کر اس کو۔ تو بہتر ہے اس سے جس نے پاک کیا تو ہی ہے دوستدار اور اس کا مولا۔

۲۲۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَ فُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہو جانے سے اور تیری عافیت کے پھر جانے سے اور ناگہاں تیرے عذاب کے آنے سے۔ اور تیرے جملہ عذاب اور غصّہ سے۔

۲۳۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَ مِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں اُس عمل کی بُرائی سے جو مَیں نے کیا اور اُس عمل کی برائی سے بھی جو مَیں نے نہیں کیا۔

۲۴۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں محتاجی سے، قلّت اور ذلّت سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مَیں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔

۲۵۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیْ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْبِرًا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ موت کے وقت شیطان مجھے مخبوط الحواس کر دے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیری راہ میں پیٹھ موڑوں۔

۲۶۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں کفر اور محتاجی سے پناہ چاہتا ہوں۔

۲۷۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَ الْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ برص، کوڑھ، جنون اور بیماریوں کی بُرائی سے۔

۲۸۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا دَائِمًا وَ اَسْئَلُكَ قَلْبًا خَاشِعًا وَاَسْئَلُكَ یَقِیْنًا صَادِقًا وَ اَسْئَلُكَ دِیْنًا قَیِّمًا وَّ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ مِنْ کُلِّ بَلِیَّةٍ وَ اَسْئَلُكَ دَوَامَ الْعَافِیَةِ وَ اَسْئَلُكَ الْغِنٰی عَنِ النَّاسِ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے دائمی ایمان مانگتا ہوں اور عاجزی کرنے والا دل اور سچّا یقین اور دینِ قیّم کا سوال کرتا ہوں۔ اور ہر بلا سے امان اور راحت پر شکر کرنا اور لوگوں سے بے پروائی رکھنا مانگتا ہوں۔

۲۹۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! تو میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ میرا عذر قبول کرلے۔ اور تو میری حاجت کو جانتا ہے سو مجھ کو میری طلب دے دے اور تو میرے جی کی بات کو جانتا ہے۔ پس معاف کر دے میرے گناہ۔

۳۰۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! موت کی بیہوشیوں پر اور موت کی سختیوں پر میری مدد کر۔ اے اللہ! مجھ کو معاف کر۔ رحم فرما اور مجھ کو بڑے اونچے رفیق سے ملا دے۔

(ماخوذ از حزب الاعظم)

بقیہ اداریہ

میں اپنے صفحات سیاہ کر دئے یا دوستوں نے جانے والوں کی یاد میں اشکوں کی جھڑیاں نچھاور کیں۔ اور اربابِ قلم نے اُن کے غم میں مرثیوں کے انبار لگا دئے لیکن اب وہ اس مقام پر جا چکے ہیں۔ جہاں نہ تو ہماری تحریریں اُن کے کام آ سکتی ہیں اور نہ ہی وہ ہماری کسی داد و دہش کے محتاج ہیں۔ ہاں اُن کی یادوں اور ان کے نیک کارناموں کا زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے اور ہم اس وقت صرف ہدیۂ دعا اور ایصالِ ثواب ہی اُن کی خدمت میں پیش کر سکتے ہیں اور یہی ایک چیز ہماری طرف سے اُن کے حق میں مفید ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی ہمارا یقین ہے کہ ان میں سے وہ لوگ جو ایمان کی دولت سے بہرہ ور تھے اور جو گھروں سے یہ نیّت لے کر گئے تھے کہ واپسی پر عمرہ کر کے گھر لوٹیں گے شہادت کی موت مرے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل خاص سے اُن کے ساتھ نیک ہی معاملہ کریں گے۔

ادارہ خدام الدین حادثہ میں کام آنے والے تمام افراد کے لواحقین سے بالعموم اور مولانا امین احسن اصلاحی، ادارہ مشرق، ادارہ امروز اور ادارہ نوائے وقت سے بالخصوص دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے غم میں خود کو شریک تصوّر کرتے ہوئے بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ وہ مرحومین کو اپنے لطفِ خاص سے نوازے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

رشید ابن رشید کتاب کے متعلق

ایک ضروری وضاحت

کچھ عرصہ سے کتاب رشید ابن رشید کے ایک خاص حصّے کو موضوعِ سخن بنا کر چند افراد بعض علماء کے متعلق غلط فہمی پھیلا رہے ہیں جو سراسر دیانت اور حقیقت کے منافی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ مصنف کتاب نے ایک خاص مسئلے پر علماء سے استفتاء کیا تھا اور آج جن علماء حق کو بطور خاص ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے۔ ان کے پاس وہ استفتاء اشاعت کتاب سے قریباً ایک سال پہلے بھیجا گیا تھا اور ان کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس خاص مسئلے کو کسی نزاعی کتاب کا حصّہ بنا کر شائع کیا جائے گا۔ دوسرے وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ مصنف کتاب اور مستفتی کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ جو مسائل دریافت کیے گئے وہ یہ ہیں:۔

(۱) کہ مسلک اہلِ سنت والجماعت میں یزید کافر ہے یا مومن؟

(۲) اور اس پر شخصی لعنت اب جائز ہے یا نہیں؟

یہ استفتاء قریباً ۲۶ علماء کے پاس بھیجا گیا اور دیوبندی بریلوی علماء نے متفقہ طور پر یہ جواب دیا کہ جبکہ اس کے خاتمۂ علی الکفر پر ہمارے پاس کوئی شہادت نہیں تو اس پر شخصی لعنت کرنا درست نہیں ہے، یہ جواب عقائد اور فقہ کی کتابوں کے حوالجات سے لکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ دیوبندی اور بریلوی علماء کا تسلیم شدہ ہے اور جس فقہ کے ماننے کے دونوں مدعی ہیں اس میں مسئلے کی نوعیت بال برابر بھی جواب بالا سے مختلف نہیں ہے۔ مگر انتہائی افسوس ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش ایسے وقت میں جبکہ ملک کو اتحاد اور کامل یک جہتی کی ضرورت ہے وہ اس مسئلے کو صرف علماء دیوبند کی طرف منسوب کر کے اس سے انتہائی غلط مطالب اخذ کر کے فتنہ و فساد کی آگ کو ہوا دینے میں مصروف ہیں اور صرف استفتاء کے جواب کو لے کر کتاب مذکور کی ساری اغلاط کو علماء حق کی طرف منسوب کر کے اپنی دیانت اور شرافت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ رہے ہیں۔ اس لیے ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ علمائے حق نے صرف خاص مسئلے کا متفقہ اہلِ سنت جو جواب دیا ہے اس کا کتاب مذکور کی تصدیق و تصویب سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کتاب کے وہ مسائل جو مسلک اہلِ سنت کے خلاف ہیں ان سے ان کا دامن قطعی طور پر پاک ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اگر اس تاثر کی بنیاد کسی طرح کی غلط فہمی پر ہے

(باقی صلا پر)

بقیہ صـ۱۹ : اخلاقی کہانیاں

ہو گیا ہوں۔ زندگی کے چار دن باقی ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ بادشاہی چھوڑ کر کسی کونے میں بیٹھ جاؤں۔ اور جب تک جان میں جان ہے اللہ کو یاد کروں۔ تمہارا کیا مشورہ ہے؟

دانا نے کہا میں آپ کو یہ مشورہ نہ دوں گا۔ صرف تسبیح کے دانے گننے اور وظیفہ پڑھنے کو ہی عبادت نہیں کہتے آدمی اللہ کے بندوں سے نیکی کا سلوک کرے اور محتاجوں کی مدد کرے تو اللہ اُس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ بادشاہ رعایا کے ساتھ انصاف کرے۔ ظالموں کو سزا دے اور بےکسوں کی مدد کرتا رہے۔ اُس کی سب سے بڑی عبادت یہی ہے۔ کونے میں بیٹھ بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے کہ آپ تخت پر بیٹھ کر عدل، انصاف کریں۔

اس طرح بھی آپ سچی عبادت کر سکیں گے۔ اللہ کام دیکھتا ہے نہ کہ نام۔ نیک، عادل اور رحم دل بادشاہ ایک عابد سے اچھا ہے۔

●

۳۔ ایک سال ملک عراق میں بڑا قحط پڑا۔ فصلیں تباہ ہو گئیں۔ کھلیانوں میں غلہ نہ رہا۔ لوگ بھوک سے بےحال ہو گئے۔ عراق کا بادشاہ جو بڑا سخی تھا رعایا کا یہ حال دیکھا تو اس نے شاہی خزانے کا منہ کھول دیا۔ محتاجوں کی منہ مانگی مرادیں پوری کیں۔ آخر ایک دن بادشاہ کا خزانہ بھی خالی ہو گیا۔

بادشاہ کے پاس ایک انگوٹھی تھی وہ بہت قیمتی تھی۔ حکم دیا کہ یہ انگوٹھی بازار میں بیچ ڈالو جو رقم ملے اس سے اناج خرید کر غریبوں میں تقسیم کرو۔

یہ بات وزیر نے بھی سنی۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا "ایسی قیمتی انگوٹھی روز روز نہیں ملتی۔ اس کے بکنے سے جو رقم ہاتھ آئے گی وہ دو چار دن سے زیادہ نہ چلے گی"۔

بادشاہ نے جواب دیا "تم سچ کہتے ہو۔ میں اس رقم سے ایک ہفتے تک محتاجوں کی امداد کر سکوں گا اور کتنی لوگوں کی جان بچا سکوں گا۔ انگوٹھی کے بغیر میرا گذارہ ہو سکتا ہے لیکن میں رعایا کو بھوکوں مرتے نہیں دیکھ سکتا۔

۴۔ دارا ایران کا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ ایک دن وہ شکار کھیلتے ہوئے لشکر سے جدا ہو گیا۔ اور ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ کر ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ دور سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ بادشاہ نے سمجھا کہ کوئی دشمن ہے۔

اُس آدمی نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور! میں آپ کا پرانا خادم ہوں پہلے بھی کئی دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر رہ چکا ہوں۔ افسوس ہے کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں جناب کے ایک ہزار گھوڑے میری نگرانی میں ہیں۔ اور میں ہر ایک گھوڑے کو اچھی طرح جانتا ہوں ان کی شکلوں سے واقف ہوں۔ اور ان کی چال تک پہچانتا ہوں۔ آپ جس گھوڑے کی حاضری کا حکم دیں پل بھر میں لا کر پیش خدمت کر سکتا ہوں۔ بادشاہ بھی میری طرح اپنی رعایا کا رکھوالا ہے۔ بادشاہ کو بھی اپنی رعایا کا سب حال جاننا چاہئے۔ اور اپنے ایک ایک خادم کو پہچاننا چاہئے۔ وہ بادشاہ جو اچھے بُرے کو نہیں جانتا اور دوست دشمن کو نہیں پہچانتا بادشاہت کے لائق نہیں۔

●

۵۔ روم کا بادشاہ ایک دفعہ کسی عقلمند کے سامنے اپنا دکھڑا سنا رہا تھا۔ کہ دشمن نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا ہے اور ہمارے قبضے میں صرف ایک صوبہ رہ گیا ہے۔ خیر ہماری تو گذر ہی جائیگی۔ لیکن خدا جانے میرے بعد میرے بیٹے کا کیا حال ہو گا۔

دانا نے ہنس کر کہا۔ "آپ اپنی فکر کیجئے۔ شہزادہ اپنی فکر خود کرے گا۔ ہر آدمی اپنی قسمت کا آپ مالک ہے۔ آپ کا بیٹا اگر ہمت سے کام لے گا اور محنت کرے گا تو حکومت کا مالک بنے گا۔ زمین خدا کی ہے وہ جسے چاہتا ہے کچھ دنوں کے لئے اُس کا محافظ بنا دیتا ہے شہزادہ اگر اس قابل ہو گا تو خدا بذاتِ خود اس کی مدد کرے گا۔ لیکن اگر وہ نالائق ہے تو آپ کے فتح کئے ہوئے علاقے بھی کھو بیٹھے گا ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما!

مرتبہ:- حافظ محمد امین صاحب
بورسٹل سکول بہاولپور

بقیہ :- ایک اور دیا بجھا

ڈاک کا جواب دینا غرض تمام ہی امور حضرت قاری صاحب کے سپرد تھے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد بھی تمام ذمہ داریاں مرحوم اسی طرح سنبھالے ہوئے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم وفات کی خبر سن کر جنازہ میں شرکت کے لئے سہارنپور سے دیوبند تشریف لے گئے۔ وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ حضرت شیخ کے صاحبزادے مولانا اسعد میاں نے پڑھائی۔ ۱/۲ ۱ بجے تدفین سے فارغ ہوتے ہی تمام حضرات مولانا اسعد میاں صاحب زید مجدہٗ سے اظہار تعزیت کے لئے مدنی منزل میں جمع ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے مولانا اسعد میاں زید مجدہٗ کے لئے حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد یہ دوسرا سانحہ عظیم ہے۔ میں اس حادثہ جانکاہ پر سیدی مولانا اسعد میاں صاحب دار العلوم دیوبند اور مخدومنا المحترم حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم لاہور سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مدارس عربیہ کے ناظمین۔ طلباء و اساتذہ حضرات اور خصوصاً حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متوسلین، خدام و تلامذہ کرام سے پرزور درخواست کرتا ہوں کہ وہ قاری صاحب مرحوم کے لئے ایصال ثواب اور دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں خصوصی رحمتوں اور برکتوں سے نوازیں۔ آمین ثم آمین

شریکِ غم:- قاری محمد شریف قصوری ناظم اعلیٰ مدرسہ تجوید القرآن قصور شہر

بچوں کا صفحہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

منہ بولا بیٹا

محمد سلیم ضیاء

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی آنے سے پہلے اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے۔ راستے میں ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے آپ کے قافلہ کو لوٹا اور حضرت زید جو بہت ہی کمسن تھے گرفتار کر لیا، اور مکہ میں لا کر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ کے لئے انہیں خرید لیا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تو زیدؓ کو تحفہ کے طور پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ زیدؓ کے والدین ان کی یاد اور جدائی میں بہت بے چین تھے۔ آٹھ پہر یاد کر کر کے رویا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی قوم کے چھ آدمی مکہ آئے۔ زید کو مکہ میں دیکھ کر ان کے ماں باپ کا حال ان کو سنایا اور بتایا کہ تمہارے والدین تمہاری جدائی میں دیوانے ہو رہے ہیں۔ آپ نے ایک دفعہ ان کے پاس ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا جس میں تین چار اشعار لکھے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ تم صدمہ نہ کرو میں بہت شریف النفس اور نیک لوگوں کی غلامی میں ہوں۔ اور بالکل خیریت و راحت سے ہوں۔ ان کا رقعہ دیکھ کر ان کے باپ اور چچا بہت سا روپیہ لے کر مکہ معظمہ آئے اور حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ آپ قریش میں سردار ہیں معزز اور خاندانی ہیں۔ ہمارے اوپر رحم فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا زیدؓ کو جو آپ کا غلام ہے آزاد کر دیجئے۔ اور اس کے عوض میں جتنا چاہیں روپیہ لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم زیدؓ سے پوچھ لو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر روپیہ کے میں اسے آزاد کر دیتا ہوں اور اگر جانا نہ چاہے گا۔ تو پھر مجبور نہ کروں گا۔ وہ اس سے اور بہت زیادہ خوش ہوئے کہ بغیر فدیہ کے آزاد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور ان کو تو یہ یقین ہی تھا کہ زیدؓ ضرور ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ چنانچہ زیدؓ کو بلایا گیا۔ حضور نبی کریم صلعم نے پوچھا۔ زیدؓ تم انہیں جانتے ہو۔ یہ کون ہیں؟ عرض کیا جی ہاں۔ جانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ چچا جان آپ نے فرمایا کہ یہ تمہیں لینے آئے ہیں۔ اگر جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ میری طرف سے بخوشی اجازت ہے عرض کیا کہ حضور بھلا آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ یہ باپ اور چچا آپ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں تو سارے کنبہ کو حضور کے قدموں پر قربان کر دوں اور حضور کو نہ چھوڑوں۔

باپ اور چچا نے کہا زیدؓ کیا تم آزادی سے غلامی کو اچھا سمجھتے ہو۔ زید نے جواب دیا کہ ہاں ان کی (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم) غلامی مجھے آزادی سے بدرجہا اچھی ہے۔ میں ان میں وہ باتیں دیکھتا ہوں کہ ان کے مقابلے میں مجھے دنیا کی کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ حضورؐ اس بچے کی یہ عقیدت، محبت، دانائی، سمجھ اور حاضر جوابی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اور فرمایا کہ آج سے زیدؓ کو میں نے اپنا بیٹا بنا لیا۔ زیدؓ کے والد اور چچا یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

اللہ اکبر! ایک معصوم بچے کے دل میں کتنی محبت ہے کہ اپنے سارے خاندان کنبہ برادری کی پرواہ نہ کی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ آج ہمارے بڑوں کی یہ کیفیت ہے کہ وہ کنبہ برادری کی وجہ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے ہیں پھر اس محبت کا نتیجہ کیا نکلا۔ کتنی بڑی عزت ملی۔ کہ دونوں جہان کے سردار صلعم نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ کچھ کم عزت نہیں ہے۔ اسی عزت کی وجہ سے قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لے کر ان کا ذکر فرمایا حالانکہ صحابہ کرامؓ میں سے اور کسی کا نام قرآن عزیز میں نہیں ہے۔

بچو! اگر تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو گے اور ان کا ساتھ دو گے یعنی اسلام کے پابند رہو گے۔ شریعت پر عمل کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہیں بھی عزتیں دے گا رسول اللہ صلعم بھی تم سے پیار کریں گے، اور تم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے بن جاؤ گے قیامت کے روز بھی حضور صلعم تمہیں پیار کریں گے اور اللہ سے بخشوا کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ تم نماز پڑھو۔ قرآن عزیز کی تعلیم حاصل کرو۔ آج ہم نے مقدس کتاب کو چھوڑ دیا اور ہم پر مصیبتیں نازل ہونے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضور صلعم کی پیروی کریں اور دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔ آمین

اخلاقی کہانیاں

مرتبہ:- حافظ محمد امین صاحب بورسٹل جیل بہاولپور

۱- ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ سعدیؒ شیرازی جنگل میں جا رہے تھے۔ ایک طرف نظر جو پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی چیتے پر سوار چلا آ رہا ہے حضرت سعدیؒ ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگے لیکن چیتے کے سوار نے پاس آ کر کہا۔ شیخ صاحب! تعجب اور ڈرنے کا مقام نہیں۔ یاد رکھئے جو آدمی خدا سے ڈرتا ہے اور اس کے احکام مانتا ہے خدا کی مخلوق بھی اُس کا کہا مانتی ہے اور اس سے ڈرتی ہے ؎

تو از حکم داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

•

۲- ایک بادشاہ نے کسی دانا سے کہا میں نے بہت دنوں تک حکومت کی ہے بہتیرے ملک جیتے اور قلعے فتح کئے ہیں۔ انصاف بھی کیا اور بادشاہی کے خوب مزے اڑائے ہیں۔ اب میں بوڑھا

(باقی ص ۲۱ پر)

فون نمبر ۵۴۲۵ ۱۱ر جون ۱۹۶۵ء

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۱۹۵۱ء پنجاب بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰/۲۲۸۱ مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء

موت کا سفر

شورش کاشمیری

قاہرہ میں ناگہاں اُن کا ہوا ہے انتقال
جن عزیزوں کی صحافت میں نہیں کوئی مثال

تعزیت کس سے کریں، خود ہیں سراپا تعزیت
حادثہ ایسا ہے، اب تک ہر کہ ومہ ہے نڈھال

مَرنے والے لَوٹ کر آجائیں، یہ ممکن نہیں
ہم مَنا لائیں اُنہیں فردوس سے —— اَمرِ محال

وہ تو جا پہنچے جہاں اُن کو مقدّر لے گیا
لیکن آتا ہے مجھے اس سانحہ پر یہ خیال

شوخ بے چشمی سے گیا پیکِ قضا نے منتخب
اُن جوانوں کو، تھا جن میں ہر کوئی اعلیٰ خصال

دیکھتی آنکھوں فلک کانپا زمیں تھرّا گئی
مَوت کے نرغہ میں آ کر پٹ گئے اہلِ کمال

خوب رُو، شیوہ بیاں، مُعجز رقم، شعلہ نگار
خوب انساں تھے کہ جن کا ہو گیا ہے انتقال

ہر قلم کی نوک پر دلدوز چیخیں منجمد
ہر صحافی شدّتِ احساسِ غم سے پائمال

موت کا پنجہ کہاں؟ عرفانؔ چغتائی کہاں؟
چوٹ وہ دل پر لگی جس سے طبیعت ہے نڈھال

یہ بھلا مرنے کے دن تھے اُس جواناں مَرگ کے
داورِ محشر سے محشر میں کروں گا یہ سوال

مَیں ابوصالحؔ کے بارے میں کہوں تو کیا کہوں
ایک کاری ضرب ہے میرے لئے اس کا وصال

اُس کی باتوں پر ذہانت کو بلا کا اہتمام
اُس کی یادوں کا خزینہ، بہتر از مال و منال

یاد آتی ہیں حمیدؔ ہاشمی کی خوبیاں
"مائیں بچے جنتی ہیں ایسے بہادر خال خال"

مَوت نے پردیس کی پرواز میں مارا اُنہیں
گردشِ گردونِ گردان تھی کہ طیّارے کی چال

سوچتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے مرے
ان قلمکاروں پہ کیا بیتی، ہُوا کیا اُن کا حال

یہ سمجھ لیجے مشیّت کو یہی مطلوب تھا
یہ دعا کیجے کہ اُن کی مغفرت ہو بال بال

ان کی بے گور و کفن لاشوں کو شورشؔ کا سلام
صبر دے ان کے اعزّہ کو خدائے ذوالجلال!

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔